بسم اللہ الرحمن الرحیم

احسن البیان

فی

علوم القرآن

تالیف

شیخ الحدیث والتفسیر

پیر سائیں غلام رسول قاسمی قادری نقشبندی

دامت برکاتہم العالیہ

ناشر

رحمۃ للعٰلمین پبلی کیشنز بشیر کالونی سرگودھا

048-3215204-0303-7931327

اَحۡسَنُ الۡبَیَانِ فِیۡ عُلُوۡمِ الۡقُرۡآنِ

پہلا باب

وحی

الحمدللہ رب العلمین و الصلوۃ و السلام علی سید الانبیاء و المرسلین
وعلیٰ آلہ و اصحابہ اجمعین

ضرورتِ وحی

انسان کے پاس علم حاصل کرنے کے بظاہر صرف دو ذرائع ہیں۔

(۱) حواسِ خمسہ

یعنی آنکھ، کان، ناک، زبان اور ہاتھ پاؤں۔ جن کے ذریعے سے انسان دیکھتا، سنتا سونگھتا، چکھتا اور چھوتا ہے۔ ان کی قوتیں بالترتیب باصرہ، سامعہ، شامّہ، ذائقہ اور لامسہ کہلاتی ہیں۔

(۲) عقل

حواسِ خمسہ کے ذریعے سے جو اطلاعات ملتی ہیں انسانی عقل ان سے فائدہ اٹھاتی ہے۔ اور کسی چیز کے فائدہ مند یا نقصان دہ ہونے کا فیصلہ کرتی ہے۔ مثلاً حواس نے بتایا کہ یہ سانپ ہے۔ اس پر عقل نے کہا کہ اسے مار دو یا بھاگ جاؤ۔

کیوں آیا۔ اس نے کدھر جانا ہے۔ موت کیا ہے؟ مرنے کے بعد کیا ہوتا ہے؟ ان سب باتوں کا جواب وہی دے سکتا ہے۔ جسے ان سب باتوں کا سو فیصد علم ہو۔ جو انسان سے بڑا ہو۔ یا اس کا خالق ہو اور اس نے انسان کو دنیا میں کسی مقصد کے لیے بھیجا ہو۔

اسی بڑے اور خالق و مالک کو اللہ کہتے ہیں اور اسی کی طرف سے ملنے والی معلومات کو وحی کہتے ہیں۔ اور اگر وحی نہ ہو تو انسان اپنی ذات کے بارے میں اٹھنے والے بے شمار سوالات کے

کیوں آیا۔اس نے کدھر جانا ہے۔موت کیا ہے؟ مرنے کے بعد کیا ہوتا ہے؟ ان سب باتوں کا جواب وہی دے سکتا ہے۔ جسے ان سب باتوں کا سو فیصد علم ہو۔ جو انسان سے بڑا ہو۔ یا اس کا خالق ہو اور اس نے انسان کو دنیا میں کسی مقصد کے لیے بھیجا ہو۔

اسی بڑے اور خالق و مالک کو اللہ کہتے ہیں اور اسی کی طرف سے ملنے والی معلومات کو وحی کہتے ہیں۔ اور اگر وحی نہ ہو تو انسان اپنی ذات کے بارے میں اٹھنے والے بے شمار سوالات کے سامنے بے بس اور جاہل ہو کر رہ جائے گا۔

خدائی احکام کی اہمیت

کسی بھی مشن کی کامیابی کا انحصار اس بات پر ہوتا ہے کہ اس کے لیے منصوبہ بندی اور لائحہ عمل تیار کرتے وقت نتائج اور عواقب پر نظر رکھی جائے۔

اگر تیز رفتاری کا انجام حادثہ ہو تو اس سے وہ سست رفتاری بہتر ہے جس کا انجام بخیر و عافیت منزلِ مقصود تک پہنچنا ہو۔

موت ایک ایسی حقیقت ہے کہ اسکا انکار دنیا کا کوئی انسان نہیں کر سکتا۔ دین، مذہب اور خدا کے منکر تو دنیا میں موجود ہیں لیکن موت سے کسی ایک شخص کو بھی انکار نہیں۔ لہٰذا انسان کیلئے زندگی گزارنے کا وہی لائحہ عمل اور ضابطہ کامیاب رہے گا جو اسکی موت اور آخرت کو مدّنظر رکھتے ہوئے مرتب کیا گیا ہو۔ اسکے برعکس جو قانون انسان کے انجام اور عاقبت کو ملحوظ رکھے بغیر تیار کر دیا گیا ہو وہ بالآخر انسان کو تباہی اور حادثے سے دوچار کر دے گا خواہ وہ بظاہر کتنا ہی جدید اور تیز رفتار محسوس ہوتا ہو۔

نبی کریم ﷺ سے پوچھا گیا یا رسول اللہ من اکیس الناس و احزم الناس فقال اکثرھم ذکر اللموت و استعداد اللموت اولئک الا کیاس ذھبوا بشرف الدنیا و کرامۃ الاخرۃ یعنی یا رسول اللہ لوگوں میں کونسا شخص سب سے زیادہ سمجھدار اور محتاط ہے۔ فرمایا جو موت کو سب سے زیادہ یاد رکھے اور ہر وقت موت کے لیے تیار رہے، ایسے ہی

لوگ دانشمند ہیں، دنیا میں شرف اور آخرت میں عزت و آبرو ان کا مقدر ہے (مرقاۃ جلد ۴ صفحہ ۷)۔

موت کی یاد سے دانشمندی میں اضافے کی بھی یہی وجہ ہے کہ موت کو یاد رکھنے والا شخص

ہے۔آسمانی کتاب وہی کہلاسکتی جسے باقاعدہ طور پر اللہ کریم نے خود اپنے رسول پر وحی کے ذریعے
نازل کیا ہو ۔وحی کے تین طریقے قرآن پاک میں بیان ہوئے ہیں۔ارشادِ باری تعالیٰ ہے۔

وما کان لبشران یکلمه الله الاوحیااو من ورایِٔ حجاب او یرسل
رسولا فی وحی باذنه مایشاءٔ کسی بشر سے اللہ کے ہم کلام ہونے کا یہی عمومی طریقہ ہے کہ اس پر
وحی کرے یا پردے کے پیچھے سے بات کرے یا فرشتہ بھیجے جو اللہ کی مرضی کے مطابق وحی پہنچادے۔
اس آیت میں وحی کے تین طریقے بیان ہوئے ہیں (۱) صدائے مطلق۔نبی کریم ﷺ نے
فرمایا کہ مجھے گھنٹیوں جیسی آواز سنائی دیتی ہے اور یہ وحی مجھ پر سب سے زیادہ سخت ہوتی ہے۔
وَھُوَ اَشَدُّہ' عَلَیَّ (بخاری، مشکوۃ صفحہ ۵۲۲) (۲) اللہ تعالیٰ پردے کے پیچھے سے کلام فرمائے
جیسے حضرت موسیٰؑ علیہ السلام سے کوہِ طور پر ہر بات ہوتی تھی۔(۳) فرشتہ یعنی حضرت جبرائیل علیہ

السلام کے ذریعے سے وحی کا آنا۔خواہ حضرت جبرائیل علیہ السلام اپنی اصلی صورت میں نظر آئیں (ایسا نبی کریم ﷺ کے ساتھ صرف تین مرتبہ ہوا) خواہ کسی انسانی صورت میں نظر آئیں (حضرت جبرائیل علیہ اسلام اکثر حضرت دحیہ کلبی کی صورت میں نظر آتے تھے) اور خواہ سامنے آئے بغیر نبی کے قلب پر القاء کر دیں۔

ان تین طریقوں کے علاوہ نبی کریم ﷺ کا خاصّہ یہ ہے کہ آپ ﷺ کے ساتھ اللہ تعالیٰ نے معراج کی رات براہِ راست اور بلا حجاب کلام فرمایا جسکی کیفیت کا بیان کرنا انسان کے بس میں نہیں۔فَاَوۡحٰۤی اِلٰی عَبۡدِہٖ مَاۤ اَوۡحٰی (النجم:۱۰)

دوسرا باب

قرآن

نبی کریم ﷺ پر نازل ہونے والی کتاب کا ذاتی نام قرآن ہے جبکہ ھُدیٰ، نور، الکتاب، حکیم، روح، تنزیل اور بیان وغیرہ اس کے صفاتی نام ہیں۔کوئی دوسری آسمانی کتاب اپنا نام خود بیان نہیں کرتی۔جبکہ قرآن نہ صرف اپنا نام خود بیان کرتا ہے بلکہ اپنے مکمل کوائف وضاحت کے ساتھ بیان کرتا ہے تفصیل حسبِ ذیل ہے۔

اَنۡزَلۡنَا عَلَیۡکَ الۡقُرۡاٰنَ یعنی ہم نے آپ پر قرآن نازل کیا (گویا اس کتاب کا نام قرآن ہے) (طٰہٰ:۲)۔

اِنَّاۤ اَنۡزَلۡنٰہُ قُرۡاٰنًا عَرَبِیًّا یعنی اس کی زبان عربی ہے (یوسف:۲)۔

نُزِّلَ عَلٰی مُحَمَّدٍ یعنی یہ حضرت سیدنا محمد ﷺ پر نازل ہوئی ہے (محمد:۲)۔

شَہۡرُ رَمَضَانَ الَّذِیۡۤ اُنۡزِلَ فِیۡہِ الۡقُرۡاٰنُ یعنی یہ کتاب رمضان کے مہینہ میں نازل ہوئی ہے (البقرۃ:۱۸۵)۔

اِنَّاۤ اَنۡزَلۡنٰہُ فِیۡ لَیۡلَۃِ الۡقَدۡرِ یعنی یہ کتاب لیلۃ القدر میں نازل ہوئی (القدر:۱)۔

اِنَّهٗ نَزَّلَهٗ عَلٰی قَلْبِکَ (البقرہ:۹۷)۔

اسے حضرت جبرائیل علیہ السلام نے نبی کریم ﷺ کے قلبِ انور پر نازل کیا۔

بَلْ هُوَ قُرْاٰنٌ مَّجِيْدٌ فِيْ لَوْحٍ مَّحْفُوْظٍ یعنی یہ کتاب لوحِ محفوظ میں درج ہے اور اس کا نام وہاں بھی قرآن ہے (البروج:۲۱،۲۲)۔

قرآن کی ترتیب، الفاظ اور معنی کی حفاظت کا ذمہ دار خود اللہ تعالیٰ ہے۔

اِنَّا نَحْنُ نَزَّلْنَا الذِّكْرَ وَاِنَّا لَهٗ لَحٰفِظُوْنَ (الحجر:۹)۔

اِنَّ عَلَيْنَا جَمْعَهٗ وَقُرْاٰنَهٗ فَاِذَا قَرَاْنٰهُ فَاتَّبِعْ قُرْاٰنَهٗ ثُمَّ اِنَّ عَلَيْنَا بَيَانَهٗ (القیامۃ: ۱۸،۱۹)۔

اسکے برعکس تورات، زبور اور انجیل نہ تو اپنا نام خود بتا سکتی ہیں اور نہ ہی دیگر کوائف۔ اور جن زبانوں میں یہ نازل ہوئی تھیں انکے اصل نسخے دنیا سے ناپید ہو چکے ہیں اور اب تراجم اور تراجم کے تراجم پر گزارا ہے۔ بلکہ انکی اصل زبانیں مثلاً آرامی وغیرہ آج دنیا میں کسی جگہ بھی بولی تک نہیں جاتیں۔

بعض عیسائی کہتے ہیں کہ تورات کا معنی ہے قانون کی کتاب، زبور کا معنی ہے نغموں کی کتاب اور انجیل کا معنی ہے خوشخبری۔ بائبل میں قانون کی کتاب، نغموں کی کتاب اور خوشخبری کے الفاظ موجود ہیں۔ یہ بالترتیب تورات، زبور اور انجیل ہی کا ترجمہ ہے۔

ہم کہتے ہیں کہ اس کا کیا ثبوت ہے کہ یہ معنی انہی الفاظ کے ہیں جو آپ نے بیان کیے ہیں۔ دوسری بات یہ ہے کہ نام (Proper noun) کا ترجمہ کر دینا بہت بڑی غلطی ہے۔ اسی سے تحریف اور تبدیلی کے دروازے کھلتے ہیں۔ اگر پادریوں نے کتابوں کے ناموں کا بھی ترجمہ کر دیا ہے تو پھر مان لیجئے کہ محمد، مکہ اور مدینہ کا بھی انہوں نے ضرور ترجمہ ہی کر دیا ہوگا اور حقیقت ترجمے کے پردوں میں چھپ گئی ہوگی۔

القرآن کے لفظی معنی

قرآن کا لفظ کفران اور رجحان کی طرح مصدر ہے۔ پڑھنے اور جمع کرنے کے معنی میں استعمال ہوتا ہے۔ (مفرداتِ راغب: صفحہ ۴۱۴) حضرت سیّدنا ابن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ قرآن بمعنی قراء ۃ ہے۔ القرآن و القراء ۃ واحد کاالخسران و الخسارۃ واحد۔ اور حضرت قتادہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ یہ قَرَء سے مصدر ہے من قول القائل قرءت المآء فی الحوض اذا جمعتہ (تفسیر کبیر جلد ۲ صفحہ ۱۴)۔

(۱) اگر یہ لفظ قِرَئَۃٌ کا ہم معنی ہو تو اس کا مطلب ہے "پڑھی جانی والی کتاب"۔ بلاشبہ قرآن دنیا بھر میں واحد ایسی کتاب ہے جو سب سے زیادہ پڑھی جاتی ہے۔ اس کے حفاظ کی تعداد کا شمار تقریباً ناممکن ہے۔ اس کے ناظرہ خوان تقریباً تمام مسلمان ہیں۔ عجیب بات یہ ہے کہ آج تک اس کی اصل زبان [illegible]ظ ہے۔

عربی زبان آج بھی عرب ممالک میں بولی، سمجھی، لکھی اور پڑھی جارہی ہے۔ قرآنی زبان کی مزید حفاظت کیلئے صرف اور نحو کا علم رائج کر دیا گیا ہے۔ اس کے صحیح تلفظ کیلئے تجوید کا فن قائم کر دیا گیا ہے اور اعراب لگا کر اس کتاب کی اصلی حالت کو قیامت تک کے عجمیوں کے لئے بھی برقرار کر دیا گیا ہے۔ دنیا کی کسی دوسری کتاب کو یہ اعزازات حاصل نہیں۔

صرف رمضان شریف میں ہی اس کتاب کے پڑھنے، سننے اور دہرانے کا عمل اس قدر کثیر ہوتا ہے کہ مسلمانوں کا بچہ بچہ اس کتاب کو کئی کئی مرتبہ دُہرا دیتا ہے۔

قرآن کی تفاسیر اتنی زیادہ ہیں کہ ان کی صحیح تعداد کا آج تک کسی کو علم نہیں۔

(۲) اگر یہ لفظ قَرْئٌ سے بنا ہو تو اسکا معنی ہے جمع کی گئی کتاب یا جس کتاب میں سب کچھ جمع کر دیا گیا ہو۔

یہ کتاب جمع اس طرح کی گئی ہے کہ یک بارہی نازل نہیں ہوئی بلکہ ۲۳ سال کے عرصہ میں حسبِ موقع نازل ہوتی رہی۔ آہستہ آہستہ نازل ہونے کے فوائد یہ ہوئے کہ

(۱) قرآن کو اچھی طرح سمجھنا اور زبانی یاد کرنا آسان ہو گیا۔

(ب) امت پر اچانک احکام کا بوجھ نہ پڑا۔ بلکہ حسبِ برداشت آہستہ آہستہ احکام ملتے رہے۔

(ج) ہر آیت کا الگ شانِ نزول دیکھ کر اس کا صحیح مفہوم جاننے میں مدد ملی۔

(د) قرآن کے بار بار نزول کے ذریعے اللہ تعالیٰ سے بار بار رابطہ ہوتا رہا اور حضرت جبریل علیہ السلام کی تشریف آوری سے برکت حاصل ہوتی رہی اور قرآنی اعجاز کی تجدید جاری رہی۔ اس سے نبی کریم ﷺ اور اہل اسلام علیہم رضوان کی حوصلہ افزائی ہوتی رہی۔

(ہ) قرآن کی بہت سی آیات لوگوں کے سوالات کے جواب میں نازل ہوئی ہیں۔ از خود تقریر کر دینے کی بجائے طالب علم کی تشنگی کا بہتر حل یہ ہوتا ہے کہ اسکے سوالات کا جواب دیا جائے۔ چنانچہ یہ سوال کہ قرآن ایک ہی بار نازل کیوں نہ ہوا؟ اسکا جواب بھی ذیل کی آیتوں میں دے دیا گیا ہے۔

وَقَالَ الَّذِیْنَ کَفَرُوْا لَوْلَا نُزِّلَ عَلَیْهِ الْقُرْاٰنُ جُمْلَةً وَّاحِدَةً کَذٰلِکَ لِنُثَبِّتَ بِهٖ فُؤَادَکَ وَرَتَّلْنٰهُ تَرْتِیْلًا وَلَا یَاْتُوْنَکَ بِمَثَلٍ اِلَّا جِئْنٰکَ بِالْحَقِّ وَاَحْسَنَ تَفْسِیْرًا یعنی کافروں نے کہا کہ اس پر قرآن ایک ہی بار نازل کیوں نہیں کیا گیا۔ درست ہے کہ ہم نے اسے آہستہ آہستہ اتارا ہے، اسکی وجہ یہ ہے تاکہ ہم اس سے آپ کا دل ثابت رکھیں اور ہم نے اسے ٹھہر ٹھہر کر پڑھ سنایا ہے اور یوں یہ لوگ آپ کے پاس جو بھی سوال لے کر آئیں گے ہم اس کا حقیقی اور مفصل جواب دیں گے (الفرقان: ۳۲، ۳۳)۔ اس آیت میں تنزیل قرآن کی تمام حکمتیں اشارۃً بتا دی گئی ہیں۔

اس کتاب میں سب کچھ اس طرح جمع کر دیا گیا ہے کہ عقائد، عبادات، سیاست، معیشت، طب، سائنس، جغرافیہ، ریاضی، نفسیات، اخلاقیات، معاشرت، تصوف الغرض تمام علوم اس کتاب میں موجود ہیں۔ خود قرآن اپنے بارے میں فرماتا ہے کہ

وَتَفْصِیْلَ کُلِّ شَیْءٍ یعنی ہر چیز کو بیان کرنے والا (یوسف: ۱۱۱)۔

دوسری جگہ ارشاد ہے

ونزلنا علیک الکتٰب تبیانا لک شیئٍ ترجمہ: ہم نے آپ پر کتاب نازل کی ہے جو ہر چیز کا کھلا بیان ہے (النحل:۸۹)۔

حضرت سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ اگر میرے اونٹ کی رسی بھی گم ہوجائے تو میں قرآن سے اس کا پتہ چلا سکتا ہوں۔

حضرت سیدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ

جمیع العلم فی القرأن لکن تقاصر منہ افہام الرجال

تمام علوم قرآن میں موجود ہیں مگر لوگوں کی سمجھ وہاں تک نہیں پہنچ سکی۔

حضرت امام شافعی رحمت اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ اگر لوگ صرف سورۃ العصر کو ہی غور سے سمجھ لیں تو دین ودنیا کی اصلاح کے لیے کافی ہوجائے۔

نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا

لا یشبع منہ العلماء ولا یخلق عن کثرۃ الرّد ولا ینقضی عجائبہ یعنی قرآن سے علماء کبھی سیر نہیں ہوں گے۔اور نہ ہی بار بار پڑھنے سے کسی کا دل بھرے گا اور اس کے عجائب قیامت تک سامنے آتے رہیں گے (رواہ الترمذی،الدارمی،مشکوٰۃ صفحہ ۱۸۶)۔

امام فخر الدین رازی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ جمع فیہ علوم الاوّلین والآخرین یعنی قرآن میں تمام اولین وآخرین کے علوم جمع کردیئے گئے ہیں (تفسیر کبیر جلد ۲ صفحہ ۱۴)۔

امام راغب اصفہانی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ تسمیۃ ھذا الکتاب قرآنا من بین کتب اللہ لکونہ جامعا لثمرۃ کتبہ بل لجمعہ ثمرۃَ جمیع العلوم کما اشار تعالیٰ الیہ بقولہ وتفصیل کل شیئٍ وقولہ تبیانا لکل شی یعنی تمام آسمانی کتابوں میں سے اس کتاب کو قرآن کا نام دینے کی وجہ یہ ہے کہ یہ کتاب دوسری تمام کتابوں کی جامع اور ان کا نچوڑ ہے بلکہ تمام علوم کے نچوڑ کا مجموعہ ہے جیسا کہ اللہ کریم نے ان آیات میں اشارہ فرمایا ہے کہ قرآن

میں ہر چیز کی تفصیل موجود ہے اور فرمایا کہ اس میں ہر چیز کا بیان موجود ہے(مفرداتِ راغب صفحہ ۴۱۴)۔

(۳) اگر یہ لفظ قرن سے بنا ہو تو اس کا معنی ہے "جڑا ہوا"

قرآن اپنی تعلیمات کے لحاظ سے سابقہ آسمانی کتابوں کی تعلیم سے جڑا ہوا ہے۔اور اس کی تعلیمات اصولی طور پر اگلے صحائف میں بھی موجود ہیں۔

اِنَّ ھٰذَا لَفِی الصُّحُفِ الْاُوْلیٰ صُحُفِ اِبْرٰھِیْمَ وَ مُوْسیٰ یعنی یہ بات پہلے صحائف میں بھی موجود ہے صحفِ ابراہیم وموسیٰ میں (الاعلیٰ:۱۹)۔

دوسری جگہ ارشاد ہے

کَذٰلِکَ یُوْحِیٓ اِلَیْکَ وَاِلَی الَّذِیْنَ مِنْ قَبْلِکَ اللّٰہ یعنی اسی طرح اللہ آپ کی طرف وحی کرتا ہے اور آپ سے پہلے لوگوں کی طرف بھی وحی کی تھی (الشوریٰ:۳)۔

ایک اور جگہ فرمایا

وَمَآ اَرْسَلْنَا مِنْ قَبْلِکَ مِنْ رَّسُوْلٍ اِلاَّ نُوْحِیٓ اِلَیْہِ اَنَّہٗ لَآ اِلٰہَ اِلَّآ اَنَا فَاعْبُدُوْنِ یعنی میں نے آپ سے پہلے جتنے انبیاء بھیجے سب کی طرف یہی وحی کی کہ میرے سواء کوئی معبود نہیں ۔لہٰذا میری ہی عبادت کرو (الانبیاءً:۲۵)۔

ایک اور جگہ فرماتا ہے

قُلْ مَا کُنْتُ بِدْعاً مِنَ الرُّسُلِ یعنی اے نبی فرمادیجئے کہ میں کوئی انوکھا رسول نہیں ہوں (احقاف:۹)۔

مراد یہ ہے کہ نبی کریم ﷺ سلسلۂ انبیاء علیہم السلام ہی کی آخری کڑی ہیں اور قرآن آسمانی سلسلۂ ہدایت ہی کی تکمیل کرتا ہے۔

قرآن اس معنی میں بھی سابقہ آسمانی کتب سے جڑا ہوا ہے کہ ان کتابوں میں نبی کریم ﷺ اور صحابہ کرام علیہم الرضوان کے جو تذکرے اور پیش گوئیاں موجود تھیں۔قرآن نے ان سب

باتوں کی تصدیق کردی ہے۔

ارشادِ باری تعالیٰ ہے۔

وَاٰمِنُوْا بِمَآ اَنْزَلْتُ مُصَدِّقًا لِّمَا مَعَکُمْ یعنی ایمان لاؤ اس پر جو میں نے نازل کیا ہے اور یہ اسکی تصدیق کرتا ہے جو تمھارے پاس ہے (البقرۃ:۴۱)۔

دوسری جگہ فرماتا ہے۔

یَجِدُوْنَہٗ مَکْتُوْبًا عِنْدَھُمْ فِی التَّوْرٰۃِ وَالْاِنْجِیْلِ یعنی وہ اسے اپنے ہاں تورات اور انجیل میں لکھا ہوا پاتے ہیں (اعراف:۱۵۷)۔

ایک اور جگہ فرماتا ہے۔

مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہِ وَالَّذِیْنَ مَعَہٗٓ اَشِدَّآءُ عَلَی الْکُفَّارِ رُحَمَآءُ بَیْنَھُمْ تَرٰھُمْ رُکَّعًا سُجَّدًا یَّبْتَغُوْنَ فَضْلًا مِّنَ اللّٰہِ وَرِضْوَانًا سِیْمَاھُمْ فِیْ وُجُوْھِھِمْ مِّنْ اَثَرِ السُّجُوْدِ ذٰلِکَ مَثَلُھُمْ فِی التَّوْرٰۃِ وَالْاِنْجِیْلِ یعنی محمد اللہ کے رسول ہیں۔ان کے ساتھی کافروں پر سخت اور آپس میں رحم دل ہیں۔آپ دیکھتے ہیں کہ یہ اللہ کے فضل ورضا کی خاطر رکوع اور سجود میں رہتے ہیں۔انکے چہروں میں سجدے کے نشان انکی علامت ہے۔ان کی یہی مثال تورات اور انجیل میں بھی ہے (الفتح:۲۹)۔

قرآن اپنے بعد کے زمانے کے لحاظ سے قیامت کے ساتھ جڑا ہوا ہے۔اللہ کریم ارشاد فرماتا ہے۔

وَالَّذِیْنَ یُؤْمِنُوْنَ بِمَآ اُنْزِلَ اِلَیْکَ وَمَآ اُنْزِلَ مِنْ قَبْلِکَ وَبِالْاٰخِرَۃِ ھُمْ یُوْقِنُوْنَ یعنی اور یہ لوگ اس پر ایمان رکھتے ہیں جو آپ کی طرف نازل ہوا اور جو آپ سے پہلے نازل ہوا اور آخرت پر بھی یقین رکھتے ہیں (البقرۃ:۴)۔

اس آیت میں نبی کریم ﷺ پر نازل ہونے والی چیز (یعنی قرآن) کا بھی ذکر ہے اور آپ ﷺ سے پہلے نازل ہونے والی چیز کا بھی ذکر ہے۔لیکن آپ ﷺ کے بعد نازل ہونے والی کسی چیز کا ذکر کرنے کی بجائے آخرت کا ذکر موجود ہے۔مراد یہ ہے کہ اب آپ ﷺ کے بعد کسی وحیِ نبوّت کی

بجائے قیامت کا انتظار کرنا ہوگا۔ پورا قرآن پڑھ کر دیکھ لیجئے آخرت کا لفظ قیامت کے معنی میں ہی استعمال ہوتا ہے۔ قرآن میں کہیں صرف آخرت اور کہیں یوم آخر کے الفاظ آئے ہیں۔ معلوم ہوا کہ قرآن قیامت کے ساتھ جڑا ہوا ہے۔

نبی کریم ﷺ نے اپنی دو انگلیوں کو جوڑ کر دکھایا اور ارشاد فرمایا کہ بُعِثْتُ اَنَا وَ السَّاعَةُ كَهَاتَيْنِ یعنی میں اور قیامت ان دو انگلیوں کی طرح جڑے ہوئے ہیں (بخاری صفحہ ۹۶۳ جلد ۲، مسلم صفحہ ۴۰۶ جلد ۲)۔ گویا قرآن کے لفظ میں ہی ختم نبوت کا مفہوم پایا جارہا ہے۔

نزولِ قرآن

قرآن نزول سے قبل لوحِ محفوظ میں محفوظ چلا آیا ہے اللہ کریم فرماتا ہے۔

بَلْ هُوَ قُرْآنٌ مَجِيدٌ فِيْ لَوْحٍ مَّحْفُوْظ بلکہ یہ قرآن مجید ہے لوحِ محفوظ میں (البروج: ۲۱، ۲۲)۔

قرآن مجید کو لوحِ محفوظ سے بیت المعمور پر لیلۃ القدر میں یک بارگی اتارا گیا۔ بیت المعمور آسمانِ دنیا (پہلے آسمان) پر فرشتوں کی عبادت گاہ ہے جو کعبہ شریف کی سیدھ میں ہے۔

اِنَّا اَنْزَلْنٰهُ فِيْ لَيْلَةِ الْقَدْرِ میں اسی نزول کا ذکر ہے۔ اور اس کے بعد ۲۳ سال کے عرصے میں نبی کریم ﷺ پر تھوڑا تھوڑا نازل ہوتا رہا۔ كَذٰلِكَ لِنُثَبِّتَ بِهٖ فُؤَادَكَ (الفرقان: ۳۲) میں اسی نزول کی بات ہو رہی ہے۔ اور اسی کے پیش نظر اِنَّ عَلَيْنَا جَمْعَهٗ (القیامۃ: ۱۷) کا وعدہ کیا گیا ہے۔

احادیث میں اسی طرح ہے کہ قرآن کا پہلا نزول آسمان دنیا پر یکبارگی ہوا اور دوسرا نزول نبی کریم ﷺ پر تدریجاً ہوا (اتقان جلد ا صفحہ ۴۱ بحوالہ نسائی وغیرہ)۔

پہلی وحی کے نزول کے وقت نبی کریم ﷺ کی عمر شریف چالیس برس تھی۔ عن ابن عباس قال بعث رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہٖ و سلم لاربعین سنته (بخاری، مسلم، مشکوٰۃ)۔

پہلی وحی

نبی کریم ﷺ پر سب سے پہلے سورہ علق کی ابتدائی آیات نازل ہوئیں۔ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا بیان فرماتی ہیں کہ نبی کریم ﷺ پر وحی کی ابتدا سچے خوابوں سے ہوئی۔ آپ ﷺ جو بھی خواب دیکھتے وہ روزِ روشن کی طرح سچا ثابت ہوتا تھا۔ پھر آپ ﷺ کو تنہائی پسند کرادی گئی۔ آپ ﷺ غارِ حرا میں کئی کئی راتیں تنہا گزارتے اور عبادت کرتے۔ کھانے پینے کا سامان ختم ہو جاتا تو دوبارہ گھر تشریف لاکر حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا سے لے جاتے حتیٰ کہ اسی غارِ حرا میں اللہ کریم کی طرف سے فرشتہ آیا اور اُس نے کہا اِقْرَاْ یعنی پڑھ نبی کریم ﷺ نے فرمایا ما انا بقارئٍ یعنی میں پڑھنے والا نہیں۔ اس کے بعد نبی کریم ﷺ کے اپنے الفاظ میں حدیث شریف اس طرح ہے کہ میرے اِس جواب پر فرشتے نے مجھے پکڑا اور مجھے اتنے زور سے بھینچا کہ میں نے بڑی مشکل سے برداشت کیا پھر اُس نے چھوڑا اور کہا اقراء میں نے پھر کہا میں پڑھنے والا نہیں ہوں اُس نے تیسری بار مجھے پکڑا اور اِسی طرح بھینچا اور چھوڑ کر کہا۔

اِقْرَاْ بِاسْمِ رَبِّکَ الَّذِیْ خَلَقَ خَلَقَ الْاِنْسَانَ مِنْ عَلَقٍ اِقْرَاْ وَرَبُّکَ الْاَکْرَمُ الَّذِیْ عَلَّمَ بِالْقَلَمِ عَلَّمَ الْاِنْسَانَ مَالَمْ یَعْلَمْ (علق: ۱ تا ۵)۔ اس کے بعد وحی کا سلسلہ عارضی طور پر بند ہو گیا (بخاری، مسلم، مشکوٰۃ، صفحہ: ۵۲۲،۵۲۱)۔

تین سال تک وحی کا سلسلہ بند رہا۔ اسے زمانہ فَتْرت کہا جاتا ہے۔ یعنی انقطاع کا زمانہ۔ فَتْرتِ وحی کے بعد کا واقعہ نبی کریم ﷺ نے اس طرح بیان فرمایا ہے کہ میں ایک مرتبہ چل رہا تھا کہ میں نے اچانک آسمان کی طرف سے ایک آواز سنی۔ میں نے اپنا سر اٹھایا تو زمیں و آسمان کے درمیان وہی فرشتہ دیکھا جو غارِ حرا میں میرے پاس آیا تھا۔ اللہ تعالیٰ نے سورۃ مدثر کی آیات نازل فرمائیں اور اس کے بعد وحی کا سلسلہ جاری ہو گیا (بخاری، مسلم، مشکوٰۃ)۔

حفاظتِ قرآن

۲۳ سال کے طویل عرصے میں قرآن مجید آہستہ آہستہ نازل ہوتا رہا۔ اسکا زبردست فائدہ یہ ہوا کہ قرآن نہ صرف نبی کریم ﷺ کو آسانی سے یاد ہو گیا بلکہ بے شمار صحابہ کرام علیہم الرضوان بلکہ خواتین نے بھی اِسے حفظ کرلیا۔ آج کے دور میں قرآن شریف صرف تین سال میں بڑی آسانی سے حفظ کرلیا جاتا ہے۔ تو پھر اس عظیم دور کے عظیم لوگوں کیلئے تین سال کی بجائے تیئس ۲۳ سال کے عرصے میں قرآن کو حفظ کرنا کس قدر آسان رہا ہوگا۔ اس بات سے کوئی شخص بقائمی ہوش وحواس انکار نہیں کرسکتا۔

مزید کمال یہ کہ خود اللہ کریم نے قرآن کی حفاظت کی ذمہ داری لی ہے۔ اور نبی کریم ﷺ کو قرآن کی حفاظت کے بارے میں زیادہ فکر مند ہونے سے منع فرمایا ہے۔

ارشادِ خداوندی ہے

لَا تُحَرِّکْ بِهٖ لِسَانَکَ لِتَعْجَلَ بِهٖ اِنَّ عَلَیْنَا جَمْعَهٗ وَقُرْاٰنَهٗ فَاِذَا قَرَاْنٰهُ فَاتَّبِعْ قُرْاٰنَهٗ ثُمَّ اِنَّ عَلَیْنَا بَیَانَهٗ یعنی قرآن جلدی جلدی یاد کرنے کی غرض سے اپنی زبان مبارک کو حرکت نہ دیں۔ بلاشبہ قرآن کو جمع کرنا اور اسے ٹھیک ٹھیک پڑھانا ہماری ذمہ داری ہے۔ جب ہم قرآن نازل کررہے ہوں تو آپ صرف سنتے رہا کریں۔ پھر اسکا مکمل بیان ہمارے ذمہ ہے (القیامۃ: ۱۶ تا ۱۹)۔

اس آیت سے ایک بات تو یہ واضح ہوگئی کہ نبی کریم ﷺ کو قرآن کی حفاظت کی سخت فکر تھی۔ دوسری بات یہ واضح ہوگئی کہ قرآن کو جمع کرنا، اسکی ترتیب کا بندوبست کرنا اور اسکے معانی و مفاہیم تک [illegible]ط کر دینا یہ سب کام نبی کریم ﷺ کی مرضی کے مطابق اللہ کریم نے اپنے ذمے لیے ہیں۔

چنانچہ ایسا ہی ہوا کہ نبی کریم ﷺ کی حیاتِ طیبہ ظاہریہ میں ہی قرآن مکمل ہوا۔ اسے نبی کریم ﷺ نے خود یاد کیا۔

ہر سال نبی کریم ﷺ رمضان شریف کے مہینہ میں حضرت جبریل علیہ السلام کے ہمراہ قرآن شریف کا دور کرتے تھے اور آخری سال میں دو مرتبہ حضرت جبریل علیہ السلام کے ہمراہ قرآن شریف کا دور ہوا۔ (بخاری، جلد ۲ صفحہ ۷۴۶)۔ بخاری کے اسی صفحے پر ایک باب ہے جسکا نام ہے کان جبریل یعرض القران علی النبی ﷺ ترجمہ صحابہ کرام علیہم الرضوان کی بھاری اکثریت

کوقرآن یاد تھا جن میں خلفاء راشدین، عشرہ مبشرہ، عبادلہ اور امہات المومنین وغیرہ زیادہ اہم اور خاص طور پر قابلِ ذکر ہیں۔

قرآن کی حفاظت کیلئے ایک زبردست سسٹم نماز اور تراویح کا ہے۔ روزانہ ہر مسجد میں پانچ مرتبہ ہر نمازی کو کچھ نہ کچھ قرآن پڑھنا یا سننا پڑتا ہے۔ رمضان شریف کے مہینے میں نمازِ تراویح میں مکمل قرآن ہر مسجد میں ختم کیا جاتا ہے جسے ہر اہل محلہ دل جمعی کے ساتھ سنتے ہیں اور کم از کم ایک حافظ امام کے پیچھے کھڑا ہو کر پورے قرآن کی سماعت کرتا ہے اور اگر امام کہیں غلطی کرے تو اس کی اصلاح کرتا ہے۔

نبی کریم ﷺ نے قرآن کو سیکھنے اور سکھانے کیلئے مسلمانوں کے دلوں میں زبردست رغبت پیدا فرمائی ہے اس موضوع پر چند احادیث ملاحظہ کریں۔

(ا) خَیْرُ کُمْ مَنْ تَعَلَّمَ الْقُرْاٰنَ وَعَلَّمَہٗ تم میں بہترین لوگ وہ ہیں جو خود قرآن مجید کو سیکھیں اور دوسروں کو سکھائیں (بخاری، مشکوٰۃ صفحہ ۱۸۳)۔

(ب) یقال لصاحب القرآن اقرء وارتقِ وَرتل کما کُنت ترتل فی الدنیا فانّ منزلک عند آخر آیۃ حافظِ قرآن سے قیامت کے دن کہا جائے گا کہ قرآن پڑھ جس طرح تو دنیا میں ترتیل سے پڑھا کرتا تھا اور جنت کی منازل چڑھتا جا، آخری آیت جہاں ختم ہو گی وہاں تیری منزل ہو گی (احمد، ترمذی، ابوداؤد، نسائی، مشکوٰۃ صفحہ: ۱۸۴)۔

(ج) انّ الذی لیس فی جوفہ شیء من القرآن کالبیت الخرب جس کے سینے میں تھوڑا سا قرآن بھی نہیں ہے اسکا سینہ اجڑے ہوئے مکان کی طرح ہے (ترمذی، دارمی، مشکوٰۃ صفحہ ۱۸۴)۔

(د) قرأۃ الرجل القرآن فی غیر المصحف الف درجۃ وقراتہٗ فی المصحف تضعف علیٰ ذلک الی الفی درجۃ آدمی کا زبانی قرآن پڑھنا ہزار درجہ ثواب رکھتا ہے جب کہ مصحف میں دیکھ کر قرآن پڑھنا اس سے دوگنا ثواب رکھتا ہے (مشکوٰۃ

صفحہ:۱۸۸،۱۸۹)۔

اس آخری حدیث میں حافظِ قرآن کو زبانی پڑھنے کے ساتھ ساتھ صحیفہ تیار رکھنے اور اسے دیکھ کر تلاوت کرنے کی تحریص دی گئی ہے۔

نبی کریم ﷺ کے اس قسم کے ارشادات کی تفصیل حدیث کی کتابوں میں موجود ہے۔کتب حدیث میں ''فضائل القرآن'' کے نام سے مستقل ابواب موجود ہیں۔ان ابواب کے مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ نبی کریم ﷺ نے قرآن کو مکمل یاد کرانے اور اسے صحائف میں لکھ لینے پر بہت زور دیا ہے۔ ہر ہر سورۃ کے فضائل الگ الگ بھی بیان فرمائے ہیں اور جس شخص کو تھوڑا سا قرآن بھی یاد نہ ہو اس کے سینے کو ویرانہ قرار دیا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ شروع سے آج تک پوری امت کا سینہ قرآن کا خزینہ ہے۔

قرآن کے حفظ و تعلیم پر اس قدر زور دیا جاتا تھا کہ جو آدمی بھی مکہ شریف سے ہجرت کر کے مدینہ شریف میں آتا نبی کریم ﷺ اُسے کسی نہ کسی انصاری کے سُپرد کر دیتے تا کہ وہ اسے قرآن سکھائے۔ مسجد نبوی میں قرآن سیکھنے والوں کا اتنا شور ہوتا تھا کہ نبی کریم ﷺ نے خلجان سے بچاؤ کے پیشِ نظر انہیں اپنی آوازیں پست رکھنے کا حکم دیا۔خواتین کو قرآن سیکھنے کا اس قدر شوق تھا کہ بعض خواتین نے اپنے شوہروں سے مہر کے طور پر قرآن سکھانے کی درخواست کی (مناہل العرفان جلد ۱ صفحہ ۲۳۴)۔

تدوینِ قرآن

گزشتہ سطور میں واضح ہو چکا ہے کہ قرآن نبی کریم ﷺ ،صحابہ کرام علیہم الرضوان، صحابیات رضوان اللہ علیہن کو زبانی یاد تھا۔آج تک اس کے بے شمار حافظ چلے آرہے ہیں اور انشاءاللہ العزیز یہی سلسلہ تا قیامت جاری وساری رہے گا۔ بلاشبہ اس سلسلے میں قرآن دیگر آسمانی کتابوں پر واضح سبقت (Lead) حاصل کر چکا ہے۔

اس عظمت، شان اور سبقت کے ساتھ ساتھ قرآن نے تحریری اور کتابی حفاظت کا اعزاز بھی جیت لیا ہے۔قرآن کی کتابت وتدوین کے مندرجہ ذیل تین مراحل ہیں۔

(ا) عہدِ رسالت میں تدوین وکتابت

نبی کریم ﷺ پر جب کوئی آیت نازل ہوتی تو آپ کاتبِ وحی کو فرماتے کہ اسے فلاں سورۃ میں تحریر کرو۔ اذا انزلت علیہ الآیۃ فیقول صنعوا ھذہ الآیۃ فی السورۃ التی یذکر فیھا کذا و کذا (مشکوٰۃ: صفحہ ۱۹۴)۔

قرآن کو پتھر کی سِلوں، چمڑے کے ٹکڑوں، کھجوروں کی شاخوں، بانس کے ٹکڑوں، درختوں کے پتوں، جانوروں کی ہڈیوں اور کاغذوں پر لکھا جاتا تھا (فتح الباری جلد ۹ صفحہ ۱۱)۔

اہم کاتبین وحی میں خلفاء راشدین، حضرت زید بن ثابت، حضرت ابی بن کعب انصاری، حضرت زبیر بن عوام، حضرت امیر معاویہ، حضرت مغیرہ بن شعبہ، حضرت خالد بن ولید، ،حضرت ثابت بن قیس، حضرت ابان بن سعید، حضرت طلحہ بن عبداللہ، حضرت سعید بن عاص، حضرت سعد بن ابی وقاص، حضرت عبداللہ بن ارقم، حضرت عامر بن مغیرہ، حضرت حذیفہ بن یمان وغیرہ رضی اللہ عنہم شامل ہیں۔

نبی کریم ﷺ نے قرآن مجید کا نسخہ خود اپنی نگرانی میں مرتب کرایا تھا۔ جو مختلف پارچوں پر درج تھا۔ اس کے علاوہ مختلف صحابہ کرام علیہم الرضوان ذاتی طور پر بھی آیاتِ قرآنی اپنے پاس لکھ لیتے تھے جیسا کہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی بہن اور بہنوئی نے آیاتِ قرآنی ایک صحیفہ پر لکھی ہوئی تھیں (سیرت ابن ہشام جلد ۱ صفحہ ۲۱۷)۔

(ب) عہدِ صدیقی میں تدوینِ قرآن

جنگِ یمامہ میں جب بہت سے حفاظ شہید ہو گئے تو حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو قرآن کا ایک مکمل نسخہ تیار کرنے پر آمادہ کیا۔ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ کو یہ ذمہ داری سونپی۔ انہوں نے (تسلی کی غرض سے) کھجور کے پتوں، پتھر کے ٹکڑوں اور حفاظ کرام کے سینوں سے اسے جمع کیا۔

فَتَتَبَّعْتُ الْقُرْآنَ اَجْمَعُهُ مِنَ الْعُسُبِ وَ اللِّخَافِ وَ صُدُوْرِ الرِّجَالِ (بخاری

جلد ۲ صفحہ ۷۴۵) حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ حضرت زید کی امداد پر مامور ہوئے۔ واضح رہے کہ یہ دونوں بزرگ خود بھی حافظ تھے۔ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ سمیت بے شمار صحابہ وصحابیات علیہم الرضوان بھی حافظ تھے۔ نبی کریم ﷺ کے زمانے کے نسخے اور صحائف بھی موجود تھے۔ قرآن کی حفاظت و بقا کے لیے یہی سامان کافی شافی تھا۔ اس کے باوجود قرآن کو جمع کرنے کا مقصد صرف یہ تھا کہ ایک ایسا کامل نسخہ تیار کر دیا جائے جس کی طرف بوقتِ ضرورت رجوع کرنا آسان ہو، بس۔ ورنہ قرآن پہلے ہی حفاظ کے سینوں میں [illegible]ظ تھا۔

مکہ مکرمہ میں سب سے پہلے کاتبِ وحی حضرت شرحبیل بن حسنہ کندی رضی اللہ عنہ تھے اور مدینہ منورہ میں سب سے پہلے کاتبِ وحی حضرت اُبی بن کعب بن قیس انصاری رضی اللہ عنہ تھے۔

صرف اتنے سے کام کیلئے حضرت زید رضی اللہ عنہ نے اس قدر احتیاط فرمائی کہ اس بات کا اعلان کر دیا کہ جس کسی کے پاس قرآن کا کوئی حصہ لکھا ہوا موجود ہو وہ زید بن ثابت کے پاس لے آئے۔

جب کوئی صحابی ان کے پاس لکھی ہوئی آیت لے کر آتے تو وہ اسے اس وقت تک قبول نہ کرتے جب تک کوئی دوسرا صحابی اس بات کی تصدیق نہ کرتا کہ یہ آیت اسکے سامنے نبی کریم ﷺ نے خود لکھوائی تھی۔ اس کے بعد اس کا موازنہ دوسرے صحابہ کرام علیہم الرضوان کے پاس موجود نسخوں سے بھی کیا جاتا۔ اور حضرت زید اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ اپنے حافظے سے بھی اسکی تصدیق کرتے۔

اتنے مراحل سے گزرنے کے بعد کسی آیت کو قبول کر کے اسے اِس نسخے میں درج کیا جاتا۔ اس طرح مرتب ہونے والے اس نسخے کو ”امّ“ کا نام دیا گیا۔ جو سات قرأتوں پر مشتمل تھا۔ (فتح الباری جلد ۹ صفحہ ۱۱)۔

عہدِ عثمانی میں جمعِ قرآن

قرآن سات قرأتوں پر نازل ہوا تھا۔ مختلف صحابہ کرام نے اسے نبی کریم ﷺ سے مختلف قرأتوں میں ہی سیکھا تھا۔ اب ہر صحابی اپنے شاگردوں کو اس لہجے میں پڑھاتے تھے جس لہجے میں انہوں نے خود سیکھا تھا۔ جاننے والے جانتے تھے کہ یہ کوئی بڑی بات نہیں ہے۔ لیکن جوں جوں وقت

گزرتا گیا۔صحابہ کرام کے شاگردوں میں یہ اختلاف جان پکڑنے لگا خصوصاً مدینہ شریف سے دور دراز علاقوں میں جھگڑے پیش آنے لگے۔ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے مدینہ شریف میں اس بات کا مشاہدہ کرلیا تھا۔

اُدھر حضرت حذیفہ بن یمان نے آرمینیا اور آذربائیجان کے محاذ پر جہاد میں مصروفیت کے دنوں میں لوگوں میں یہ اختلاف دیکھا تو واپس آکر حضرت عثمان رضی اللہ عنہ سے اس کی شکایت کی۔انہوں نے بتایا کہ آرمینیا میں شام سے آئے ہوئے لوگ اُبی بن کعب کی قرأت پڑھ رہے تھے جس سے اہلِ عراق بے خبر تھے اور اہلِ عراق عبداللہ بن مسعود کی قرأت پڑھ رہے تھے جس سے شامی بے خبر تھے اور دونوں ایک دوسرے پر تنقید کر رہے تھے۔لہٰذا اس مسئلے کا مناسب حل نکالیے۔ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے ام المومنین حضرت حفصہ سے سیّدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے زمانے کے صحیفے نکلوائے کہ نقل کرنے کے بعد انہیں واپس دے دیا جائے گا۔پھر حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے چار صحابہ کرام علیہم الرضوان کی ایک کمیٹی تشکیل دی وہ چار صحابی یہ تھے حضرت زید بن ثابت، حضرت عبداللہ بن زبیر، حضرت سعید بن العاص اور حضرت عبدالرحمٰن بن حارث رضی اللہ عنہم ۔ان چار صحابہ میں حضرت زید، انصاری تھے جبکہ باقی تینوں قریشی تھے۔حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے حکم دیا کہ جب تمہارا زید سے کسی لفظ کے بارے اختلاف ہو تو اسے قریش کی زبان کے مطابق لکھ دینا۔اِس لیے کہ قرآن قریش ہی کی زبان میں نازل ہوا ہے چنانچہ انہوں نے ایسا ہی کیا اور نقل کرنے کے بعد صدیقی صحائف کو واپس حضرت حفصہ کے پاس بھیج دیا گیا۔اس کمیٹی نے مکمل قرآن کے کئی نسخے تیار کیے اور تمام بڑے بڑے شہروں میں ایک ایک نسخہ بھیج دیا گیا اب اس قدر تسلی کر لینے کے بعد چھوٹے صحائف کو نذرِ آتش کر دیا گیا (بخاری جلد ۲ صفحہ ۷۴۶)۔

اس کمیٹی نے تمام سورتوں کو ترتیب کے ساتھ ایک ہی صحیفے میں لکھا تھا۔الفاظ پر نقطے اور اعراب نہ لگائے تاکہ اسے ہر اعراب اور قراءت کے مطابق پڑھا جا سکے۔ان نسخوں کی تعداد سات تھی۔جن میں سے ایک مکہ شریف، ایک شام، ایک یمن، ایک بحرین، ایک بصرہ اور ایک کوفہ بھیج دیا جبکہ ساتواں نسخہ مدینہ شریف میں رکھ لیا گیا۔(فتح الباری جلد ۹ صفحہ ۱۷)۔

قرآن مجید کے حروف اور سات قرائتیں

لسانیات کی معمولی سوجھ بوجھ رکھنے والے لوگ اس بات کو اچھی طرح سمجھتے ہیں کہ ہر زبان کے بولنے والے لوگوں میں ایک ہی مفہوم کو ادا کرنے کیلئے الفاظ اور لہجوں کا اختلاف ہوا کرتا ہے۔ بعض اوقات ہر گاؤں، ہر قبیلے، ہر قوم، بلکہ ہر کنبے کے لوگوں میں بھی یہ اختلاف پایا جاتا ہے۔ یہاں تک کہ ایک ہی گھرانے میں دو سگے بھائیوں کا لہجہ اور بعض الفاظ ایک دوسرے سے مختلف ہوتے ہیں۔

خصوصاً عرب شریف کے لوگوں کا تمدّن ہی قبائلی تھا۔ ان میں اس اختلاف کا پایا جانا ایک قدرتی امر تھا۔ لہٰذا ان لوگوں کی سہولت کے لیے قرآن شریف کو سات قسم کے اختلاف کی گنجائش دے کر نازل کیا گیا۔ نبی کریم ﷺ نے فرمایا۔

اِنَّ هٰذَا الْقُرْاٰنَ اُنْزِلَ عَلٰى سَبْعَةِ اَحْرُفٍ فَاقْرَءُوْا مَا تَيَسَّرَ مِنْهُ بلاشبہ یہ قرآن سات حروف پر نازل ہوا ہے جو طریقہ آسان لگے اس طرح پڑھ لو (بخاری، مسلم، مشکوٰۃ :صفحہ ۱۹۲)۔

ایک اور حدیثِ مرفوع میں ہے کہ

اُنْزِلَ هٰذَا الْقُرْاٰنَ عَلٰى سَبْعَةِ اَحْرُفٍ یہ قرآن سات حروف پر نازل ہوا ہے (رواہ فی شرح السنہ، مشکوٰۃ: صفحہ ۳۵)۔

ایک اور حدیث میں ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ میرے پاس جبریل آئے اور قرآن کو ایک حرف پر پڑھا۔ میں نے انہیں واپس بھیج دیا کہ اس میں قرأت کی سہولت لے کر آئیں۔ میں انہیں بار بار واپس بھیجتا رہا حتی کہ سات حروف تک کی رعایت مل گئی (بخاری، مسلم، مشکوٰۃ صفحہ ۱۹۲)۔

اس قسم کی بہت سی احادیث بخاری اور مسلم میں موجود ہیں۔ اور مشکوٰۃ شریف کے صفحہ ۱۹۲ پر درج ہیں اور صحیح بخاری جلد ۲ صفحہ ۷۴۶ پر ایک باب موجود ہے جسکا نام ہے ''اُنْزِلَ

هٰذَاالْقُرْآنَ عَلیٰ سَبْعَةِاَحْرُفٍ" سات حروف سے مرادقر اُتیں یا لغات یا انواعِ احکام ہیں۔اورلغتِ عرب کی اطراف واقسام بھی مراد ہیں گویا عرب کی بے شمار لغات میں سے صرف سات لغات مراد ہیں۔جو یہ ہیں۔

۱۔قریش ۲۔طی ۳۔ہوازن ۴۔اہل یمن ۵۔ثقیف

۶۔ہذیل ۷۔بنی تمیم (مرقاۃ جلد۱ صفحہ ۲۹۵)۔

لیکن کسی طریقے سے بھی نفسِ مضمون اور اصلی مفہوم ایک ہی رہتا ہے۔ایک مرتبہ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے ایک آدمی کو ایک آیت پڑھتے سنا جبکہ انہوں نے نبی کریم ﷺ کو دوسرے طریقے سے پڑھتے ہوئے سنا تھا۔انہوں نے نبی کریم ﷺ کے پاس حاضر ہوکر ماجرا عرض کیا۔نبی کریم ﷺ کے چہرۂ اقدس پر ناراضگی کے آثار نمایاں ہو گئے اور فرمایا تم دونوں ٹھیک ہو۔جھگڑا مت کرو۔

عن ابن مسعود قال سمعت رجلا قرئ آیۃ و سمعت النبی ﷺ یقرأ خلافھا فجئت بہ النبی ﷺ فاخبرتہ فعرفت فی وجھہ الکراھیۃ وقال کلا کما محسن و لا تختلفوا فان من کان قبلکم اختلفوا فھلکوا (بخاری جلد۱ صفحہ ۴۹۵، ۴۹۴ ومثلہ فی مسلم جلد ۲ صفحہ ۳۳۹)۔

نبی کریم ﷺ خود قریشی تھے اور قرآن کا بنیادی نزول اور ورود نبی کریم ﷺ ہی کے پاک خاندان کے درمیان ہوا۔اور اس نور کی کرنیں قریش ہی کے ذریعے بقیہ قبائل، اقوام اور علاقوں میں پھیلنا تھیں۔لہٰذا قرآن کی عربی کا محور قریش ہی کی زبان رہی۔چنانچہ صحیح بخاری جلد۱ صفحہ ۴۹۷ پر ایک باب ہے جس کا نام ہے "بَابُ نُزِّلَ الْقُرْآنُ بِلِسَانِقُرَیْشٍ "اس باب میں جمع قرآن کی تفصیل اس طرح لکھی ہے کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے حضرت زید بن ثابت، حضرت عبداللہ بن زبیر، حضرت سعید بن العاص، حضرت عبدالرحمن بن حارث بن ہشام رضی اللہ عنہم ان چار صحابہ کو قرآن ایک نسخے میں لکھنے کی ذمہ داری سونپی۔اور فرمایا زید کے علاوہ تم تینوں قریشی ہو۔جب کسی

لفظ کے بارے میں تمہارا زید سے اختلاف ہوتو اسے قریش کی زبان میں لکھنا اس لیے کہ قرآن انہی کی زبان میں نازل ہوا ہے۔ چنانچہ انہوں نے ایسا ہی کیا۔ فاکتبوہ بلسان قریش فانما نزل بلسانھم ففعلوا ذلک (بخاری جلد ا صفحہ ۴۹۷)۔

تیسرا باب

جمالِ قرآن

نظم القرآن

نقطے اور حرکات

عجمیوں کی سہولت اور صحیح تلفظ کیلئے نقطے اور حرکات یعنی زبر، زیر اور پیش وغیرہ لگائے گئے۔ صحیح معلوم نہیں ہوسکا کہ یہ کارنامہ کس نے انجام دیا۔ عام طور پر حضرت ابوالاسود دولی رحمت اللہ علیہ، حضرت سیّدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ، حجاج بن یوسف، حضرت حسن بصری، حضرت یحییٰ بن یعمر اور حضرت نصر بن عاصم ٭ علیہم الرحمہ کے نام کتب میں ملتے ہیں۔ (قرطبی: جلد ا صفحہ ۶۳)۔

یہ بات اپنی جگہ پر اٹل ہے کہ یہ کام صرف عجمی لوگوں کی سہولت کیلئے کیا گیا ہے ورنہ قرآن کی صحت اور اصلیت کے ساتھ اس کا کوئی تعلق نہیں۔عرب لوگ اور حفاظ کرام اِن چیزوں کے بغیر بھی قرآن اسی طرح پڑھ سکتے ہیں۔

احزاب یا منزلیں

صحابہ کرام اور تابعین علیہم الرضوان کا طریقہ یہ تھا کہ ہر ہفتہ میں ایک مرتبہ قرآنِ پاک ختم کرتے تھے۔اپنی سہولت کیلئے انہوں نے قرآن شریف کو سات احزاب یا منازل میں تقسیم کر لیا تھا۔ (البریان: جلد ا صفحہ ۲۵۰)۔

پارے

بچوں کو آسانی سے تعلیم دینے کیلئے قرآن شریف کو تقریباً برابر برابر تیس 30 حصوں میں تقسیم کر دیا گیا۔اس تقسیم کا سورتوں یا مضامین سے کوئی تعلق نہیں۔

رکوع

مضامین کے اعتبار سے حاشیہ پر ع کی علامت لگا کر پورے قرآن کو ۵۴۰ رکوعات میں تقسیم کر دیا گیا۔اس طرح قرآن کو پڑھ کر سمجھنے والوں کے لیے آسانی ہوگئی۔اور نماز تراویح کی ہر رکعت میں ایک رکوع پڑھا جائے تو ستائیس رمضان کو پورا قرآن ختم ہو جائے۔

منازل، پاروں اور رکوعات کا بھی قرآن کی صحت اور متن سے کوئی تعلق نہیں۔بلکہ یہ بھی نقاط اور اعراب کی طرح محض سہولیات ہیں۔

رموزِ اوقاف

جہاں ٹھہرنا ضروری ہے

(۱) م وقف لازم کا مخفف ہے۔یہاں نہ ٹھہرنے سے معنی بدل جاتے ہیں۔

(۲) ط وقف مطلق کا مخفف ہے۔یہاں تک بات پوری ہو چکی ہوتی ہے لہٰذا ٹھہرنا

مناسب ہے۔

(۳) سکتہ مراد یہ ہے کہ اس طرح رُکو کہ سانس نہ ٹوٹے۔ پورے قرآن میں سکتہ صرف چار مقامات پر ہے۔

(۴) وقفہ یہاں سکتہ سے قدرے زیادہ رکو مگر یہاں بھی سانس نہ ٹوٹے۔

(۵) O آیت کے ختم ہونے کی علامت ہے۔ اگر اس دائرے پر کوئی علامت نہ ہو تو رُک جاؤ ورنہ اس علامت پر عمل کرو۔

(۶) ۵ کوفہ کی قرأت کے مطابق یہاں آیت ختم ہو رہی ہے۔ اس کا حکم بھی وہی ہے جو دائرے کا ہے۔

جہاں ملا کر پڑھنا ضروری ہے

(۱) لا جب O اور ۵ کے بغیر لا ہو تو یہاں ملا کر پڑھنا ضروری ہے ورنہ معنی بدل جائیں گے۔

جہاں ملا کر پڑھنا بہتر ہے

(۱) ز وقف مجوز کا مخفف ہے۔ مطلب یہ ہے کہ یہاں وقف کرنا جائز تو ہے مگر بہتر یہ ہے کہ وقف نہ کریں۔

(۲) ج ز وقف جائز و مجوز۔

(۳) ق قیل علیہ الوقف کا مخفف ہے۔ مطلب یہ ہے کہ یہاں وقف کا قول مستند نہیں۔

(۴) صلے الوصل اولی کا مخفف ہے۔ یعنی ملا کر پڑھنا بہتر ہے۔

(۵) صل قد یوصل کا مخفف ہے۔ مراد یہ ہے کہ یہاں بعض نے ملا کر پڑھا اور بعض نے نہیں۔

جہاں وقف کرنا بہتر ہے

(۱) وقف ٹھہر جاؤ

(۲) وقف النبیا

(۳) وقف غفران

(۴) وقف جبریل

(۵) وقف منزل (یہ الفاظ حاشیہ پر لکھے ہوتے ہیں)

جہاں رُکنا یا نہ رکنا برابر ہیں

(۱) ۵لا ۵اور لا ملا کر آیت لا کہلاتے ہیں۔

(۲) ٥لا یہاں بھی وہی صورتِ حال ہے۔آیت کی وجہ سے ملا لو یا لا کی وجہ سے نہ ملاؤ دونوں کام برابر ہیں۔

(۳) ج وقف جائز کا مخفف ہے۔

(۴) ص وقفِ مرخّص کا مخفف ہے۔مُراد یہ ہے کہ چونکہ آیت لمبی ہوگئی ہے لہٰذا کہیں غلط جگہ پر سانس لینے کی بجائے یہاں وقف کرلیں تو بہتر ہے۔

متفرق علامات

(۱) ک کذلک کا مخفف ہے۔یعنی اُسی طرح جس طرح اس سے پہلے علامت گزر چکی ہے۔

(۲) مع تعانُق الوقت کا مخفف ہے۔بعض جگہ مکمل لفظ معانقہ ہی لکھا ہوتا ہے۔اس کی علامت کے طور پر تین نقطے لگے ہوتے ہیں، دو نیچے اور ایک اوپر۔حاشیہ پر مع یا معانقہ لکھا ہوتا ہے جبکہ آیت کے درمیان دو جگہوں پر تین نقطوں کا نشان بنا ہوتا ہے۔

اس سے مراد یہ ہے کہ اگر ان دو مقامات میں سے کسی ایک پر رُک گئے تو دوسرے پر نہ رکیں۔مثلاً قرآن شریف کے بالکل شروع میں ذلک الکتابُ لا ریب فیه لکھا ہوتا ہے۔

یہاں اگر ریب پر رُکیں تو فیہ پر نہ رکیں اور فیہ پر رُکیں تو ریب پر نہ رکیں۔ دونوں صورتوں میں دو الگ الگ تفسیریں ہوں گی۔

مکی اور مدنی سورتیں اور آیات

مکی سورتوں سے مراد وہ سورتیں ہیں جو ہجرت سے پہلے نازل ہوئیں خواہ اس وقت نبی کریم ﷺ کہیں بھی تشریف لے گئے ہوں۔ مثلاً غارِ حرا وغیرہ۔ اور مدنی سورتوں سے مراد وہ سورتیں ہیں جو ہجرت کے بعد نازل ہوئیں۔ قرآن شریف کی کل ۱۱۴ سورتوں میں سے ۸۵ سورتیں مکیّ ہیں جبکہ ۲۹ سورتیں مدنی ہیں۔

مکیّ سورتوں میں مدنی آیات ۱۵۱ ہیں۔

مدنی سورتوں میں مکیّ آیات ۹ ہیں۔

کل مکی آیات ۴۵۳۸ ہیں۔

کل مدنی آیات ۱۶۹۸ ہیں۔

قرآن شریف کی کل آیات ۶۲۳۶ ہیں۔

مکی اور مدنی آیات کی خصوصیات

قواعد کلیہ

(۱) جن سورتوں میں کلاّ کا لفظ آیا ہے وہ سب مکیّ ہیں۔

(۲) سجدے کی آیات والی تمام سورتیں (احناف کے مطابق) مکی ہیں۔

(۳) سورۃ بقرہ کے سواء جن سورتوں میں حضرت آدم علیہ السلام اور ابلیس کا قصہ آیا ہے وہ مکی ہیں۔

(۴) جہاد کی اجازت یا احکام والی تمام سورتیں مدنی ہیں۔

(۵) جن سورتوں میں منافقین کا ذکر آیا ہے وہ سب مدنی ہیں۔

قواعد اکثریہ وعمومیہ

(۱) مکی سورتوں میں عموماً یا ایھا الناس کے الفاظ سے خطاب کیا گیا ہے۔ جبکہ مدنی سورتوں میں یا ایھا الذین آمنوا کے الفاظ سے۔

(۲) مکی آیات اور سورتیں زیادہ تر چھوٹی اور مختصر ہیں جبکہ مدنی آیات اور سورتیں طویل ہیں۔

(۳) مکی سورتوں میں زیادہ تر عقائد اور قصص بیان ہوئے ہیں جبکہ مدنی سورتوں میں زیادہ تر احکام اور قوانین بیان ہوئے ہیں۔

(۴) مکی سورتوں میں زیادہ تر بُت پرستی اور شرک کا رد ہے جبکہ مدنی سورتوں میں یہود و نصاریٰ اور منافقین کا ذکر ہے۔

(۵) مکی سورتوں میں عموماً استعارات، تشبیہات، تمثیلات اور مشکل الفاظ استعمال ہوئے ہیں۔ اس کے برعکس مدنی سورتوں کا انداز سادہ اور آسان ہے۔

حضرت علامہ جلال الدین سیوطی رحمت اللہ علیہ نے اس موضوع پر الاتقان کے جلد ا صفحہ ۱۷ پر ضوابط کی سرخی قائم کر کے تفصیل سے بحث کی ہے۔

واضح رہے کہ کسی آیت کے مکی یا مدنی ہونے کے بارے میں نبی کریم ﷺ سے کچھ بھی منقول نہیں ہوا۔ اس موضوع پر صرف صحابہ کرام اور تابعین علیہم الرضوان ہی کے اقوال دستیاب ہیں۔ اسکی وجہ یہ ہے کہ مکی اور مدنی آیات کی شناخت کو اللہ کریم جل شانہٗ نے فرض نہیں ٹھہرایا۔ اور نہ ہی شریعت کے فرائض و واجبات کا اس چیز پر انحصار ہے۔

اسلوبُ القرآن

قرآن کے اسلوب کو سمجھنے کے لیے سب سے بنیادی بات یہ ہے کہ قرآن کے موضوع کا تعین کر لیا جائے۔ چنانچہ خود قرآن اپنا موضوع ان الفاظ سے بیان کرتا ہے۔

هٰذَا بَلٰغٌ لِّلنَّاسِ وَلِيُنْذَرُوْا بِهٖ وَلِيَعْلَمُوْٓا اَنَّمَا هُوَ اِلٰهٌ وَّاحِدٌ وَّلِيَذَّكَّرَ اُولُوا الْاَلْبَابِ قرآن سب لوگوں کے لیے اللہ کا پیغام ہے اور اس لیے ہے کہ وہ اس کے ذریعے ڈرائے

جائیں اور تا کہ وہ جان لیں کہ وہ ایک ہی معبود ہے اور تا کہ عقل والے نصیحت قبول کریں (ابراھیم: ۵۲)۔

اس آیت میں قرآن کے نزول کا مقصد اور اس کا موضوع توحید بیان ہوا ہے۔ ہر نبی کی دعوت، توحید تھی۔ آیاتِ قرآنی کے تمام مضامین دعوت الی التوحید کے محور کے گرد گھومتے ہیں۔ چلتے چلتے ہر بات اور ہر مضمون اچانک اللہ کی توحید کی طرف پلٹتا ہے جو بظاہر جملۂ معترضہ معلوم ہوتا ہے حالانکہ قرآن اپنے موضوع کی طرف پلٹ رہا ہوتا ہے۔

دوسری بات یہ ہے کہ قرآن سالک کی روحانی تربیت کا مکمل سامان فراہم کرتا ہے۔ روحانی تربیت کا انداز ابواب کی تقسیم اور موضوعات کی علیحدگی سے نہیں ہوا کرتا بلکہ اس کا انداز ملفوظی اور تقریری ہوا کرتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ ملفوظات کی کتب اسی ڈھب پر ہوتی ہیں۔

تیسری بات یہ ہے کہ اسلام میں عقائد، احکام، اخلاق، معیشت، سیاست اور دین و دنیا باہم مربوط ہیں۔ ان میں سے کسی ایک کو لے کر اور باقیوں کو چھوڑ کر اسلام کے جزوی نفاذ کا دروازہ بند ہے۔ لہٰذا قرآن ان تمام مضامین کو ساتھ لے کر چلتا ہے، کبھی عقائد کا بیان اور کبھی احکام کی تفصیل، کبھی سالک کی راہنمائی کے لئے قصص، کبھی مجاہد کیلئے جہاد کی ترغیب کی طرف لوٹ لوٹ کر آتا ہے۔ اسے تصریف الآیات کہا جاتا ہے۔ اس کے علاوہ ایک بات یا واقعہ کا حسبِ موقع بار بار بیان ہونا بھی تصریف الآیات ہی ہے۔ اس کے باوجود ترتیبِ قرآنی کا اپنا حسن و جمال قائم ہے۔ شروع میں سورۃ فاتحہ بطورِ مقدمہ، اس کے بعد قرآن کی سب سے لمبی سورۃ، آخر میں چھوٹی سورتیں اور سب سے آخر میں معوّذتین ترتیب کا خوبصورت گلدستہ ہے۔ قرآن کا الحمدللہ سے شروع کرنا اور تعوذ باللہ پر ختم کرنا بھی ایک زبردست خوبی ہے۔ گویا جس کی حمد سے ابتداء کی ہے اسی کی پناہ مانگتے ہوئے بات کو ختم کر دیا ہے۔

چوتھی بات یہ ہے کہ قرآن خصوصی نزول کے لحاظ سے کبھی صرف کفار کو خطاب کرتا ہے (یَا اَیُّهَا الْکٰفِرُوْنَ) کبھی اہل ایمان کو خطاب کرتا ہے (یَا اَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا) اور کبھی پوری دنیا کو خطاب

کرتا ہے (یَا اَیُّھَا النَّاس)۔کبھی خصوصی نزول کسی ایک فرد یا ایک واقعہ کی وجہ سے ہوتا ہے لیکن اسکا بیان سب کے لیے عام اور اس کا اطلاق پوری دنیا کیلئے وسیع ہوتا ہے۔اسمیں اشارہ اس طرف ہے کہ جب قرآن کے احکام عرب کے ریگستان میں قابلِ عمل ہیں تو پوری دنیا کے صحراؤں اور قیامت تک کے ارتقائی ادوار میں کیوں نہ قابل عمل ہوں گے۔

قرآن کے مخاطب کفار کی چار قسمیں ہیں۔

(۱) مشرکین یہ سب سے زیادہ تعداد میں تھے اور قرآن کی سب سے زیادہ آیات انہی کے بارے میں ہیں۔

(۲) نصاریٰ یہ تعداد میں دوسرے نمبر پر تھے اور قرآن کی ان کے بارے میں آیات کی تعداد بھی دوسرے نمبر پر ہے۔

(۳) یہودی یہ تعداد میں تیسرے نمبر پر تھے۔اور قرآن میں ان سے متعلق آیات کی تعداد بھی تیسرے نمبر پر ہے۔

(۴) منافقین یہ تعداد میں سب سے کم تھے اور قرآن میں ان سے متعلق آیات کی تعداد بھی دوسرے کفار کے مقابلے پر سب سے کم ہے۔جس کا جی چاہے تحقیق کر لے۔

مضامینِ قرآن

حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی علیہ الرحمہ نے اپنی کتاب الفوز الکبیر میں قرآن شریف کے مضامین کو پانچ حصوں میں تقسیم کیا ہے۔

(۱) عقائد (یعنی توحید، رسالت، ملائکہ، کتبِ سماویہ، قیامت اور تقدیر وغیرہ)

(۲) احکام (یعنی نماز، روزہ، زکوٰۃ، حج، نکاح، طلاق، خرید وفروخت وغیرہ) اس میں سیاسیات، معاشیات، اخلاقیات، معاشرت اور تعلیم وغیرہ سب داخل ہیں۔

(۳) تذکیر بایّام اللہ (یعنی انبیاء علیہم السلام اور صالحین علیہم الرضوان کے حالات، واقعات اور قصص)

(۴) تذکیر بآلاء اللہ (یعنی اللہ کی نعمتوں کا ذکر جیسے سورۃ الرحمن وغیرہ میں ہے)

(۵) تذکیرہ بالموت (یعنی موت، قبر، قیامت اور جنت، دوزخ کے متعلقات)

بلاشبہ یہ بڑی زبردست تحقیقی بات ہے اور قرآن کے مضامین انہی پانچ اقسام سے باہر نہیں۔ لیکن یہاں اس بات کی وضاحت بہت ضروری ہے کہ نبی کریم ﷺ کی شان میں وارد ہونے والی بے شمار آیات مثلاً قد نریٰ تقلب وجھک، واذ غدوت من اھلک، وتقلبک فی السجدین، ورفعنا لک ذکرک وغیرہ کو عقائد میں شامل سمجھا جانا چاہیے۔ اس لیے کہ جب کوئی چیز ثابت ہو جاتی ہے تو اپنے تمام تر لوازم کے ساتھ ثابت ہوتی ہے۔ اذا ثبت الشیء ثبت بجمیع لوازمہ۔ لیکن اگر اہلِ اسلام کو خشک اور خارجیانہ ذہنیت سے بچانے کی غرض سے اس موضوع کو الگ عنوان دے دیا جائے تو اس میں کوئی حرج نہیں۔ اسی طرح قرآنی روحانیت کا بھی ایک الگ عنوان قائم کیا جا سکتا ہے۔ اس طرح قرآن کے کل سات موضوعات ٹھہرے۔

قرآن کی روحانیت:۔ قرآن اپنے ظاہری احکام کے لحاظ سے بالکل آسان کتاب ہے۔

اللہ کریم ارشاد فرماتا ہے۔

وَلَقَدْ یَسَّرْنَا الْقُرْاٰنَ لِلذِّکْرِ فَهَلْ مِنْ مُّدَّکِرٍ اور یقینا ہم نے قرآن کو نصیحت کے لیے آسان کر دیا ہے۔ پھر کوئی ہے جو نصیحت کو قبول کرے (القمر:۱۷)۔

جبکہ امثال، استعارات اور کنایہ جات وغیرہ کے لحاظ سے قرآن کو صرف اہلِ علم ہی سمجھ سکتے ہیں۔

ارشادِ خداوندی ہے۔

وَتِلْکَ الْاَمْثَالُ نَضْرِبُهَا لِلنَّاسِ وَمَا یَعْقِلُهَا اِلَّا الْعٰلِمُوْنَ اور یہ مثالیں ہیں۔ ہم انہیں لوگوں کے لیے بیان کرتے ہیں۔ اور انہیں علم والے ہی سمجھ سکتے ہیں (العنکبوت:۴۳)۔

نبی کریم ﷺ نے فرمایا

لکل آیة منها ظھر و بطن و لکلّ حد مطلع یعنی قرآن کی ہر آیت کا ایک ظاہر ہے اور ایک باطن ہے۔ اور ہر شخص اپنی حد تک علم رکھتا ہے (مشکوٰۃ: صفحہ ۳۵)۔

اللہ کریم فرماتا ہے۔

فَوْقَ کُلِّ ذِیْ عِلْمٍ عَلِیْمٌ یعنی ہر علم والے سے اوپر علم والا ہے (یوسف: ۷۶)۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں۔

حفظت من رسول اللہ ﷺ وعاعین فاما الاول فبثثته واما الاخر لو بثثتہ لقطع ھذا البلعوم یعنی میں نے نبی کریم ﷺ سے دو علم سیکھے ہیں، ایک وہ ہے جسے میں بیان کرتا ہوں۔ دوسرا وہ ہے جسے اگر میں بیان کردوں تو لوگ مجھے مار ڈالیں (بخاری جلد ۱ صفحہ ۲۳)۔

حضرت حسن بصری رحمت اللہ علیہ فرماتے ہیں۔

العلم علمان فعلم فی القلب فذاک العلم النافع و علم علی اللسان فذاک حجة اللہ عز و جل علی ابن آدم یعنی علم دو قسم کا ہے۔ ایک علم قلب میں ہوتا ہے یہ علم نافع ہے۔ اور ایک علم زبان پر ہوتا ہے یہ اللہ تعالیٰ کی اولادِ آدم (علیہ السلام) پر حجت ہے (دارمی، مشکوٰۃ صفحہ ۳۷)۔

قرآن کے اس باطنی علم کے اصل وارث صوفیاءِ کرام علیہم الرضوان ہیں۔ قرآن کی روحانی تاثیر کی ایک معمولی سی جھلک یہ ہے کہ قرآن کی آیات میں بیماروں کی شفاء موجود ہے۔

ارشادِ باری تعالیٰ ہے

وَ نُنَزِّلُ مِنَ الْقُراٰنِ مَاھُوَ شِفَآءٌ وَّ رَحْمَةٌ لِّلْمُؤْمِنِیْنَ یعنی ہم قرآن نازل کرتے ہیں جو مومنوں کے لئے شفاء اور رحمت ہے (بنی اسرائیل: ۸۲)۔

سورۃ فاتحہ کا ایک نام سورۃ شفاء ہے۔ نبی کریم ﷺ نے فرمایا۔

فی فاتحة الکتاب شفاءٌ من کل داءٍ یعنی سورۃ فاتحہ میں ہر مرض کی شفا ہے (مشکوٰۃ صفحہ ۱۸۹)۔

سورۃ بقرۃ جنات کا علاج ہے۔حدیث شریف میں ہے

الشیطن یَنفِرُ من البیت الذی یقرء فیه سورۃ البقرۃ یعنی شیطان اس گھر سے بھاگتا ہے جس میں سورۃ بقرہ پڑھی جائے (مسلم، مشکوٰۃ صفحہ ۱۸۴)۔

نبی کریم ﷺ نے فرمایا

من قرء سورۃ الواقعه فی کل لیلة لم تصبهُ فاقة ابدا یعنی جس نے ہر رات سورۃ واقعہ پڑھی اسے کبھی فاقہ نہیں ہوگا (مشکوٰۃ صفحہ ۱۸۹)۔

نبی کریم ﷺ ہر رات سوتے وقت سورۃ اخلاص، سورۃ الفلق اور سورۃ الناس پڑھ کر اپنے ہاتھوں پر دم کرتے اور سر مبارک اور چہرۂ اقدس سے شروع کر کے جہاں تک آسانی سے ہاتھ پہنچتا اپنے پورے جسم پر تین مرتبہ پھیرتے تھے۔(بخاری، مسلم، مشکوٰۃ صفحہ ۱۸۶)۔

الغرض قرآن کے بے شمار فیوض اور روحانی فوائد ہیں جو کتبِ حدیث میں تفصیل کے ساتھ درج ہیں۔اس موضوع پر علماء نے مستقل کتب بھی لکھی ہیں۔''الدّر النظیم''اس موضوع پر ایک بہترین کتاب ہے۔

اعجاز القرآن

قرآن بے شمار معجزات کا مجموعہ ہے۔قرآن مندرجہ ذیل وجوہ کی بنا پر پوری دنیا پر اور دیگر آسمانی کتب پر اپنی فوقیت ثابت کر چکا ہے۔

(۱) قرآن کا نام

ایسا بامعنی اور جامع نام کسی دوسری کتاب کا نہیں۔اس کی تفصیل پہلے گزر چکی ہے۔

(۲) عرب کا علاقہ

قرآن کا نزول پوری دنیا کے وسطی علاقہ میں ہوا ہے۔عرب کے مشرق میں پورا ایشیا اور آسٹریلیا ہیں۔اسکے جنوب میں افریقہ ہے۔شمال مغرب میں یورپ ہے اور مغرب میں امریکہ ہے۔

جسکا جی چاہے دنیا کا نقشہ اُٹھا کر یقین کر لے۔ یہاں سے چاروں طرف خدائی پیغام کا پھیلنا آسان رہا۔ نیز اس علاقے کا کم زرخیز اور ریگستانی ہونا بھی قرآنی اعجاز کا غماز ہے۔ گویا قرآن نے یہ بات واضح کر دی کہ اگر عرب جیسے علاقے کے لوگ قرآن پر عمل کر سکتے ہیں تو مادی وسائل سے لبریز علاقوں کے لوگ اس پر عمل کیوں نہیں کر سکتے۔

(۳) فصاحتِ قرآن

نبی کریم ﷺ نے کسی انسان سے نہیں پڑھا۔ اس کے باوجود قرآن اس قدر فصیح ہے کہ بڑے بڑے فضلاء اس کے سامنے عاجز ہیں۔ قرآن چیلنج دیتا ہے کہ اگر تمہیں قرآن کی حقانیت میں شک ہے تو اس جیسی صرف ایک سورۃ ہی بنا کر لے آؤ۔

فَاْتُوْ بِسُوْرَةٍ مِّنْ مِّثْلِهٖ (بقرہ: ۲۳)۔

دوسری جگہ فرمایا اس جیسی کوئی ایک بات ہی بنا کر لے آؤ۔

فَلْيَاْتُوْ بِحَدِيْثٍ مِّثْلِهٖ (طور: ۳۴)۔

ایک مرتبہ کسی صحابی نے کعبہ شریف کی دیوار پر سورۃ کوثر لکھ دی۔ اس پر فصحاء عرب میں سے کسی نے چوتھا مصرعہ اپنی طرف سے لکھ دیا وَاللّٰہِ مَا ھٰذَا قَوْلُ الْبَشَرْ (خدا کی قسم یہ انسانی کلام نہیں)۔ مسیلمہ کذاب نے سورۃ القارعہ کی نقل اتارنے کی کوشش کی اور کہا۔

الفیل و ما الفیل و ما ادراک ما الفیل له ذنب وتیل و خرطوم طویل

ہاتھی۔ اور کیا ہے ہاتھی۔ تجھے کیا معلوم کہ کیا ہے ہاتھی۔ اسکی ایک چھوٹی سی دم اور لمبی سونڈ ہے۔

قرآن کا یہ کمال ہے کہ لوگوں کے لئے ایک نئی اور انجانی بات بیان کرنے سے پہلے وَمَا اَدْرَاکَ کے لفظوں سے تجسّس (Suspense) پیدا کرتا ہے۔ اور بعد میں اس انجانی چیز کو بیان کرتا ہے۔ جیسے وما ادراک ما یوم الدین اور وما ادراک ما القارعة۔ قرآن کے اس انداز سے کمال درجہ کی فصاحت اور حقیقت بیانی جھلکتی ہے۔ اسکے برعکس مسیلمہ نے اپنے کلام میں ہاتھی

جیسی عام اور معروف چیز اور اس کی دم اور سونڈ کیلئے وَمَا اَدْرٰاکَ استعمال کر کے علم و آ گہی کا ناس کر دیا ہے۔

قرآن کو پڑھنے سے یوں معلوم ہوتا ہے کہ یہ شاعرانہ کلام بھی نہیں مگر الفاظ کی روانی اور بے شمار آیات کے ہم ردیف ہونے کی وجہ سے اشعار سے بھی اعلیٰ چاشنی رکھتا ہے۔ اور بعض اوقات ردیف مختلف ہے مگر موزونیت اور یک صوتیت بڑی زبردست ہے۔ قرآن کا یہ انداز سورۃ فاتحہ سے ہی شروع ہو جاتا ہے اور والناس تک جاری رہتا ہے۔ قرآن کے ایک ایک لفظ میں اتنی گہرائی ہے کہ انسان عش عش کر اٹھے۔ مثلاً وَلَكُمْ فِي الْقِصَاصِ حَيٰوةٌ یعنی تمہارے لئے قتل کا بدلہ قتل میں زندگی ہے (البقرہ:۱۷۹)۔

اس آیت میں قصاص کو حیات کہہ کر اسلامی قانون کے حکیمانہ نتائج کو صرف ایک لفظ میں سمو دیا گیا ہے۔

قرآن بالکل سادہ اور عام فہم استدلال کرتا ہے اور اس کے ساتھ ساتھ وضاحت کے دریا بہا دیتا ہے۔ مثلاً

اَفَلَا يَنْظُرُوْنَ اِلَى الْاِبِلِ كَيْفَ خُلِقَتْ وَاِلَى السَّمَآءِ كَيْفَ رُفِعَتْ وَاِلَى الْجِبَالِ كَيْفَ نُصِبَتْ وَاِلَى الْاَرْضِ كَيْفَ سُطِحَتْ کیا یہ لوگ اُونٹ کو نہیں دیکھتے یہ کیسے خلق کیا گیا ہے اور آسمان کی طرف کہ اسے کیسے اُٹھایا گیا ہے اور پہاڑ کی طرف کہ انہیں کیسے نصب کیا گیا ہے اور زمین کی طرف کہ اسے کیسے بچھایا گیا ہے (الغاشیہ:۱۷ تا ۲۰)۔

اس آیت میں استعمال ہونے والے الفاظ الابل، السمآء، الجبال اور الارض کو بغور دیکھئے اور پھر ان کے حق میں بالترتیب خلقت، رفعت، نصبت، اور سطحت کے الفاظ معنویت، سادگی اور وزن کے لحاظ سے پرکھ لیجیے۔ تسلیم کیے بغیر چارہ نہ رہے گا۔ (انصاف شرط ہے)۔

(۴) غیب کی خبریں

قرآن نے غیب کی بے شمار خبریں دی ہیں۔ مثلاً

(ا) پیش گوئیاں

فرمایا کہ چند سالوں میں رومی، ایرانیوں پر غالب آئیں گے وَھُمۡ مِنۡ بَعۡدِ غَلَبِھِمۡ سَیَغۡلِبُوۡنَ فِیۡ بِضۡعِ سِنِیۡنَ (روم:۳)۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا کہ صرف نوسال بعد رومیوں نے ایران پر فتح حاصل کرلی۔

(ب) دلوں کے بھید

فرمایا یہودی کبھی موت کی تمنا نہیں کرسکیں گے وَلَنۡ یَّتَمَنَّوۡہُ اَبَدًا (البقرہ:۹۵)۔

نیز فرمایا منافقین دل میں سوچتے ہیں کہ اگر یہ نبی سچا ہے تو ہماری منافقت پر آگاہ ہو کر ہمیں اللہ کی طرف سے عذاب کیوں نہیں دلواتا یَقُوۡلُوۡنَ فِیۡ اَنۡفُسِھِمۡ لَوۡ لَا یُعَذِّبُنَا اللّٰہُ بِمَا نَقُوۡلُ (المجادلہ:۸)۔

(ج) اظہارِ غیب کا اعلان

تِلۡکَ مِنۡ اَنۡبَآءِ الۡغَیۡبِ نُوۡحِیۡھَآ اِلَیۡکَ یعنی اے محبوب یہ غیب کی خبریں ہیں جنہیں ہم آپ کی طرف وحی کر رہے ہیں (ھود:۴۹)۔

(۵) تاریخ امم

نبی کریم ﷺ کے امّی ہونے کے باوجود قرآن نے سابقہ امتوں کے حالات تفصیل سے بیان کیے ہیں۔ مثلاً قصۂ عاد وثمود، واقعات سیّدنا موسیٰ علیہ السلام و یہود، سکندر ذوالقرنین کا قصہ، حضرت یوسف علیہ السلام کا قصہ، حضرت موسیٰ علیہ السلام وفرعون کا قصہ، حضرت ابراہیم علیہ السلام اور نمرود کا قصہ، حضرت موسیٰ وخضر علیہما السلام کا قصہ، حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی ولادت کی حقیقت، آپ کی والدہ ماجدہ کی پاک دامنی اور ساری زندگی کے حالات ومعجزات وغیرہ۔

(۶) صوتی اثرات

قرآن کا کسی کی سمجھ میں آنا یا نہ آنا ایک الگ بات ہے۔ اسکے لہجے اور آواز میں ہی ایسی

تاثیر ہے کہ سننے والے کے کانوں میں رس گھول دیتا ہے۔ چنانچہ نمازِ مغرب میں حضور نبی کریم ﷺ نے یہ آیات پڑھی ہیں۔

اَمْ خُلِقُوْا مِنْ غَيْرِ شَيْئٍ اَمْ هُمُ الْخَالِقُوْنَ اَمْ خَلَقُوا السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ بَلْ لَّا يُوْقِنُوْنَ اَمْ عِنْدَهُمْ خَزَآئِنُ رَبِّكَ اَمْ هُمُ الْمُصَيْطِرُوْنَ (طور:۳۵ تا ۳۷)۔

حضرت مطعم بن جبیر رضی اللہ عنہ نے یہ آیات سنیں تو دل پر ایسا اثر ہوا کہ فوراً مسلمان ہو گئے۔ اسی طرح سیّدنا فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے اپنی ہمشیرہ سے یہ آیات سنیں تو ایمان لے آئے۔ طٰهٰ مَآ اَنْزَلْنَا اِلَيْكَ الْقُرْآنَ لِتَشْقٰى (طٰهٰ: ۱)۔ جنات نے جب قرآن سنا تو کہہ اٹھے اِنَّا سَمِعْنَا قُرْاٰناً عَجَباً یعنی ہم نے عجیب قرآن سنا ہے (الجن:۱)۔ اگر قرآن کی آیات اذا زلزلت الارض زلزالھا پڑھیں تو معنی سمجھ میں آئے نہ آئے اتنا ضرور محسوس ہوتا ہے کہ الفاظ میں لرزہ اور تھرتھری پائی جارہی ہے۔ اگر دُكَّتِ الْاَرْضُ دَكًّا دَكًّا (الفجر:۲۱) پڑھیں تو یوں محسوس ہوتا ہے جیسے کسی چیز کے ٹکڑے ہورہے ہوں اور اگر سورۃ الناس کو پڑھیں تو یوں محسوس ہوتا ہے جیسے کسی خفیہ کاروائی کی بات ہورہی ہو اور سرگوشیاں جاری ہوں۔

(۷) سدابہار قرآن

قرآن کو بار بار پڑھنے سے کسی کا دل نہیں اُکتاتا۔ علماء اس سے ہر دور کی ضرورت کے مطابق علم کشید کر سکتے ہیں، اور اسکے عجائب ہر دور میں سامنے آتے رہتے ہیں۔

نبی کریم ﷺ نے فرمایا

لا یشبع منه العلماء ولا یخلق عن کثرۃ الرد ولا ینقضی عجائبه یعنی قرآن سے علماء کا دل نہیں بھرے گا۔ بار بار پڑھنے سے کوئی نہیں اُکتائے گا اسکے عجائب ہمیشہ سامنے آتے رہیں گے (مشکوٰۃ: صفحہ ۱۸۶)۔

(۸) ضبطِ قرآن

قرآن کی حفاظت کی ذمہ داری اللہ تعالیٰ نے خود لی ہے اور اس کی حفاظت بذریعہ حفظ، کتابت و اِعراب کی جا رہی ہے۔ اور اس کے معنی کی حفاظت بذریعہ شانِ نزول، سیاق و سباق و تفاسیر کی جا رہی ہے۔ چنانچہ اس کی مکمل تفصیل گزر چکی ہے۔

(۹) تمام علوم کا جامع قرآن

قرآن میں تمام علوم جمع کر دیے گئے ہیں۔ سیاست، معیشت، طب، جغرافیہ، سائنس، ریاضی، اخلاق، معاشرت وغیرہ پر تفصیل سے بحث ملتی ہے۔ اس کی ایک جھلک اس کتاب میں لفظِ قرآن کی بحث کے تحت گزر چکی ہے۔

(۱۰) معنوی وسعت اور تنوّع

قرآن کی ایک ایک آیت کی شریعت، طریقت، حقیقت، معرفت وغیرہ کے لحاظ سے کئی کئی تفاسیر ہیں اور اس کی آیات ہر پہلو سے الگ روشنی دیتی ہیں۔ چنانچہ اس سے قبل آیات کے ظاہر اور باطن پر گفتگو گزر چکی ہے۔
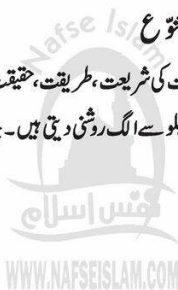
چوتھا باب

اصولِ تفسیر

اصولِ تفسیر کی ضرورت و اہمیت

قرآن کو سمجھنے اور اس کی تفسیر کرنے کے لئے قرآن و سنت میں زبردست قواعد و ضوابط بیان

ہوئے ہیں۔ جنہیں علماءِ کرام نے ایک خاص ترتیب کے ساتھ بیان فرمایا ہے اور انہیں اصولِ تفسیر کا نام دیا ہے۔

کسی بھی قانون کی وضاحت کرنے کیلیئے اگر کچھ قاعدے اور پابندیاں موجود نہ ہوں تو ہر شخص اپنی عقل اور خواہش کے مطابق من مانی تشریح کرتا پھرے گا۔ ہر حکومت نے اپنے قانون کی وضاحت اور تشریح کے اصول مرتب کر رکھے ہیں اور اس تشریح کا حق ہر کس و ناکس کو نہیں دیا بلکہ صرف فاضل وکلاء اور جج صاحبان کو ہی یہ اختیار حاصل ہے۔ اس مسئلے کی اہمیت اور نزاکت کے پیشِ نظر قرآن وسنت میں مفسر کے لیے عالم ہونا شرط قرار دیا گیا ہے۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے۔

لَاتَقفُ مَالَیسَ لَکَ بِہٖ عِلم

یعنی اس چیز میں بحث نہ کر جس کے بارے میں تجھے علم نہیں (بنی اسرائیل: ۳۶)۔

دوسری جگہ فرمایا

فَلِمَ تُحَاجُونَ فِیمَا لَیسَ لَکُم بِہٖ عِلم

یعنی اُس چیز کے بارے میں کیوں جھگڑتے ہو جس کے بارے میں تمہیں علم نہیں (آل عمران: ٦٦)۔

نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا

من قَالَ فِی القُرآنِ بِغَیرِ عِلمِ فَلیَتَبَوَّئُ مَقعَدَہٗ مِنَ النَّارِ

یعنی جس نے قرآن کے بارے میں علم کے بغیر کوئی بات کہی وہ اپنا ٹھکانہ جہنم سمجھے (ترمذی، مشکوٰۃ صفحہ ۳۵)۔

نیز فرمایا مَن قَالَ فِی القُراٰن بِرَأیِہٖ فَاَصَابَ فَقَد اخطَأَ

یعنی جس نے قرآن کے بارے میں اپنی رائے سے کچھ بات کہی اگر اس کا تُکّا ٹھیک بھی نکلا تو وہ خطا کار ہے (ترمذی، ابوداؤد، مشکوٰۃ صفحہ ۳۵)۔

واضح رہے کہ جن تفسیری امور کا تعلق مقدرات اور روایات سے ہے ان میں اپنی رائے کا دخل دینا تفسیر بالرائے ہے جو سخت منع ہے۔ جبکہ قیاس واجتہاد اور اصولِ تفسیر کو ملحوظ رکھتے ہوئے ضروریاتِ زمانہ کے مطابق اخذِ مسائل اور نکتہ آفرینی قیامت تک کیلئے جائز اور درست ہے (لاینقضی عجائبہ مشکوۃ: صفحہ ۱۸۶)۔ لیکن اس کیلئے اہلیت کا ہونا نہایت ضروری شرط ہے۔ ہر کس و ناکس کو اس کی اجازت نہیں۔ مفسر کیلئے ضروری ہے کہ وہ عربی ادب، قرآن وسنت و آثار، اُصول تفسیر، اصول حدیث، اصول فقہ، ناسخ ومنسوخ اور اہم اصطلاحات سے اچھی طرح باخبر ہو۔

اسبابُ النزول

قرآن کی بعض آیات کا نزول از خود اللہ کریم کی طرف سے ہوا ہے جبکہ بعض آیات کسی خاص واقعہ یا سبب کے تحت ضرورۃً نازل ہوئی ہیں یا کسی سوال کے جواب میں نازل ہوئی ہیں۔ ایسے واقعہ یا سوال کو اس آیت کا سببِ نزول یا شانِ نزول کہا جاتا ہے۔

مثلاً جب کفار نے نبی کریم ﷺ کو بے اولاد ہونے کا طعنہ دیا تو اس موقع پر سورۃ الکوثر نازل ہوئی۔ جب کفار نے نبی کریم ﷺ کے ساتھ سچے خدا اور بتوں کی مشترکہ عبادت پر صلح کرنے کی بات کی تو سورۃ الکافرون نازل ہوئی۔

جب نبی کریم ﷺ پر جادو ہوا تو اس کے توڑ کے لئے معوذتین نازل ہوئیں۔

جب منافقین نے نبی کریم ﷺ کے علم میں شک کیا تو ما کان اللہ لیطلعکم علی الغیب (آل عمران: ۱۷۹) نازل ہوئی۔

جب نبی کریم ﷺ سے روح کے بارے میں پوچھا گیا تو یسئلونک عن الروح قل الروح من امر ربی (بنی اسرائیل: ۸۵) نازل ہوئی۔

شانِ نزول کے معاملے میں ایک اہم بات یہ ہے کہ بلاشبہ شانِ نزول کی مدد سے آیت یا سورۃ کے صحیح مفہوم کو سمجھنے میں بڑی آسانی ہو جاتی ہے لیکن اس کا یہ مطلب نہیں کہ وہ آیت صرف اسی

واقعہ یا صرف اسی قسم کے واقعات سے متعلق ہو کر رہ گئی ہو۔ بلکہ اس کے عموم کا دائرہ تفسیر کے مسلّمہ اصولوں کی پابندی کے ساتھ وسیع ہوتا ہے۔

علماء کرام نے اپنی تفاسیر میں اسبابِ نزول بھی بیان فرمائے ہیں۔ خصوصاً حضرت سیّد نعیم الدین مراد آبادی رحمت اللہ علیہ نے اپنی تفسیر خزائن العرفان میں اس کا خوب اہتمام فرمایا ہے۔ بعض علماء کرام نے اس موضوع پر مستقل کتابیں بھی لکھی ہیں۔ مثلاً علامہ واحدی علیہ الرحمہ نے اسبابُ النزول لکھی ہے۔ اور علامہ جلال الدین سیوطی رحمت اللہ علیہ نے لبابُ النقول فی اسباب النزول لکھی ہے جو جلالین کے حاشیے پر چھپی ہوئی ہے۔ اس کے علاوہ علوم القرآن کے موضوع پر لکھی جانے والی کتابوں مثلاً البرھان للزرکشی اور الاتقان فی علوم القرآن للسیوطی (علیہما الرحمہ) میں ضمناً اس موضوع پر مفصل بحث موجود ہے۔

تفسیر کے ماخذ

(۱) قرآن

قرآن فہمی کے لئے پہلی ضروری چیز عربی ادب اور زبان پر عبور ہے۔ قرآن اپنی تفسیر خود بھی بیان کرتا ہے۔ (القرآن یفسر بعضہ بعضا)۔ اس چیز کو سمجھنے کے لئے عربی زبان پر مکمل عبور کے علاوہ نزولِ قرآن کے زمانے کے محاوروں اور لسانی باریکیوں کو سمجھنا بہت ضروری ہے۔ ہم پوری ذمہ داری سے عرض کرتے ہیں کہ قرآن کے علاوہ کسی دوسری آسمانی کتاب کو یہ شرف حاصل نہیں ہے کہ اس کی اصل زبان، محاورے اور ادب[illegible]ط ہوں۔ یہی وجہ ہے کہ دیگر کتب اپنی اصلی زبان کے غی[illegible]ط ہونے کی وجہ سے لفظی اور معنوی تحریف کا شکار ہو چکی ہیں۔ جبکہ قرآن کی اصل زبان، اُس زمانے کے محاورات اور قدیم عربی ادب کو علماء اسلام نے کتابوں می[illegible]ط کر کے اسلامی نصاب میں شامل کر دیا ہے۔ دیوانِ حسان، حماسہ، دیوانِ متنبی اور مقاماتِ حریری وغیرہ کو اسی غرض سے شامل نصاب کیا گیا ہے اور یہ کتب آج بھی دینی مدارس میں پڑھائی جا رہی ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ

جب بھی کوئی سیکولر حکومت دینی مدارس کے نصاب کو تبدیل کرنے کی بات کرتی ہے تو علماء وقت حکومت سے دست وگریباں ہو جاتے ہیں۔

قرآن فہمی کے لئے دوسری ضروری چیز کلام کے سیاق وسباق پر نظر رکھنا ہے۔ ہر زبان میں ایک ایک لفظ کے کئی کئی معنی ہوتے ہیں اور سیاق وسباق ہی اس بات کا فیصلہ کرتا ہے کہ یہاں کون سا لفظ کس معنی میں استعمال ہوا ہے۔ مثلاً قرآن میں ہر جگہ مصباح سے مراد ستارا ہے مگر سورۃ نور کی آیت مثل نورہٖ کمشکوۃ فیھا مصباح میں مصباح سے مراد چراغ ہے۔ اس لئے کہ اس سے پہلے مشکوٰۃ (فانوس) کا لفظ موجود ہے جو مصباح سے مراد چراغ لینے کا قرینہ فراہم کر رہا ہے۔ اسی طرح قرآن میں اکثر جگہ توفی بمعنی موت ہے مگر سورۃ المائدہ کی آیت فلما توفیتنی (المائدہ: ۱۱۷) میں توفی سے مراد پکڑنا ہے (اخذ الشی وافیا) اس لئے کہ یہاں یہ لفظ مادمت فیھم کے مقابلے پر استعمال ہوا ہے۔

قرآن فہمی کیلئے تیسری ضروری چیز اسبابِ نزول کا علم ہے۔ جو آیات کسی موقع پر کسی خاص سبب کے تحت نازل ہوئی ہیں انکے نزول کا سبب جان لینے سے اللہ کریم کے منشاء کو سمجھنے میں آسانی ہو جاتی ہے۔ یہ بھی قرآن کا ایک امتیازی اعزاز ہے کہ اسکے معنی [illegible]ظر رکھنے کیلئے اُس حکیم وخبیر جل شانہٗ نے قرآنی آیات کے پسِ منظر میں مختلف حالات اور واقعات کو جگہ دی تا کہ قرآن کا اصل مفہوم اور صحیح منشاء متعین کیا جاسکے اور تفسیر کا رخ کسی غلط جانب نہ مُڑ سکے۔

قرآن فہمی کیلئے چوتھی ضروری چیز قرآن کے ناسخ ومنسوخ کو سمجھنا ہے۔ اللہ کریم نے اپنے بندوں پر یکبارگی احکام کا بوجھ نہیں ڈالا۔ بلکہ شروع میں آسان احکام نازل فرمائے اور بعد میں سخت احکام نازل فرمائے اور بعض دفعہ سخت احکام کو ازراہِ شفقت واحسان نرم احکام سے بدل دیا اللہ کریم کا ارشاد ہے۔

مَا نَنسَخ مِن آیَۃٍ اَو نُنسِھَا نَاتِ بِخَیرٍ مِّنھَا اَو مِثلِھَا یعنی جو آیت ہم منسوخ کر دیتے ہیں یا بھلا دیتے ہیں اس سے بہتر یا اس جیسی دوسری آیت لے آتے ہیں (البقرۃ: ۱۰۶)۔

نبی کریم ﷺ نے فرمایا کلامی لا ینسخ کلام اللہ و کلام اللہ ینسخ کلامی و کلام اللہ ینسخ بعضہ بعضاً میرا کلام اللہ کے کلام کو منسوخ نہیں کرتا اور اللہ کا کلام میرے کلام کو منسوخ کرتا ہے اور اللہ کا کلام خود اللہ کے کلام کو بھی منسوخ کرتا ہے (مشکوٰۃ: ۳۳)۔

جو شخص ناسخ و منسوخ سے بے خبر ہے وہ قرآن کی تفسیر کرتے وقت منسوخ آیات سے احکام اخذ کرتا رہے گا۔ لہذا اس علم کو جاننا بھی مفسر کیلئے ضروری ہوا۔ قرآن شریف میں بیس آیات منسوخ ہیں اور ان کی جگہ پر بیس آیات ناسخ ہیں۔ اس طرح ناسخ اور منسوخ مل کر کُل چالیس آیات ہوئیں۔ ان کی تفصیل اس طرح ہے۔

(۱) کتب علیکم اذا حضر احدکم الموت ان ترک خیرانِ الوصیة (البقرۃ: ۱۸۰) اسکی ناسخ یہ آیت ہے۔

یوصیکم اللہ فی اولادکم (النسائ: ۱۱)۔

(۲) وعلی الذین یطیقونہٗ فدیة طعام مسکین (البقرۃ: ۱۸۴) اسکی ناسخ یہ آیت ہے۔

فمن شھد منکم الشھر فلیصمہ (البقرۃ: ۱۸۵)۔

(۳) کما کتب علی الذین من قبلکم (البقرۃ: ۱۸۳) کی ناسخ آیت یہ ہے۔

احل لکم لیلة الصیام الرفث الی نسائکم (البقرۃ: ۱۸۷)۔

(۴) یسئلونک عن الشھر الحرام (البقرۃ: ۲۱۷) کی ناسخ آیت یہ ہے۔

وَقَاتِلُوا المشرکین کافَّةً (توبہ: ۳۶)۔

(۵) والذین یتوفون منکم الی قولہٖ تعالیٰ متاعا الی الحول (البقرۃ: ۲۴۰)۔ کی ناسخ آیت یہ ہے

اربعة اشھر وعشرا (البقرۃ: ۲۳۴)۔

(٦) وان تبدوا مافی انفسکم او تخفوہ (البقرۃ:۲۸۴)۔کی ناسخ آیت یہ ہے۔
لایکلف اللّٰہ نفساً الا وسعھا (البقرۃ:۲۸۶)۔

(۷) اتقوا اللّٰہ حق تقاتہ (آل عمران:۱۰۲)۔کی ناسخ آیت یہ ہے۔
فاتقوا اللّٰہ ما استطعتم (تغابن:۱۶)۔

(۸) والذین عقدت ایمانکم فاتوھم نصیبھم (النسائ:۳۳)۔کی ناسخ آیت یہ ہے۔
واولوا الارحام بعضھم اولیٰ ببعض (انفال:۷۵)۔

(۹) واللاتی یاتین الفاحشۃ (النسائ:۳۵)۔کی ناسخ آیت یہ ہے۔
الزانیۃ والزانی فاجلدوا کل واحد منھما (النور:۲)۔

(۱۰) ولا الشھر الحرام (مائدہ:۲)۔کی ناسخ آیت یہ ہے۔
کتب علیکم القتال (البقرہ:۲۱۶)۔

(۱۱) فان جآءوک فاحکم بینھم او اعرض عنھم (مائدہ:۴۲) کی ناسخ آیت یہ ہے۔
وان احکم بینھم بما انزل اللّٰہ (مائدہ:۴۹)۔

(۱۲) او اٰخران من غیرکم (مائدہ:۴۲)۔کی ناسخ آیت یہ ہے۔
واشھدوا ذوی عدل منکم (طلاق:۲)۔

(۱۳) ان یکن منکم عشرون صابرون (انفال:۶۵)۔کی ناسخ آیت یہ ہے۔
الاٰن خفف اللّٰہ عنکم (انفال:۶۶)۔

(۱۴) اِنفروا خِفافا وثِقالا (توبہ:۴۱)۔کی ناسخ آیت یہ ہے۔

لیس علی الاعمٰی حرج (نور:٦١) اور لیس علی الضعفاء (توبہ:٩١)۔

(١٥) الزانی لاینکح الا زانیة (نور:٣)۔کی ناسخ آیت یہ ہے۔

وانکحوا الایامیٰ منکم (نور:٣٢)۔

(١٦) لایَحلّ لک النسآء من بعد (احزاب:٥٢)۔کی ناسخ آیت یہ ہے۔

انا احللنا لک ازواجک (احزاب:٥٠)۔

(١٧) اذا ناجیتم الرسول فقدموا (مجادلہ:١٢)۔کی ناسخ آیت یہ ہے۔

فاذلم تفعلوا وتاب اللّٰہ علیکم (مجادلہ:١٣)۔

(١٨) فاتوا الذین ذهبت ازواجهم مثل ما انفقوا (ممتحنہ:١١) کی ناسخ آیت یہ ہے۔

انما غنمتم من شئ (الانفال:٤١)۔

(١٩) قم الیل الا قلیلا نصفه او انقص منه قلیلا او زد علیه ورتل القران ترتیلا (مزمل:٢۔٤) کی ناسخ آیت یہ ہے۔

ان ربک یعلم انک تقوم ادنیٰ الیٰ قولهٖ تعالیٰ فاقرؤا ما تیسر منه الخ (مزمل:٢٠)۔

(٢٠) فاینما تولوا فثم وجه اللّٰہ (البقرة:١١٥) کی ناسخ آیت یہ ہے۔

فول وجهک شطر المسجد الحرام (البقرة:١٤٤)۔

مختلف علماء نے ناسخ اور منسوخ کی کل تعداد مختلف لکھی ہے۔علامہ جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ علیہ نے ''الاتقان فی علوم القرآن'' میں صرف بیس آیات کو منسوخ قرار دیا ہے اور باقی آیات میں مطابقت ثابت کر دی ہے۔حضرت شاہ ولی اللہ محدّث دہلوی علیہ الرحمہ نے

''الفوز الکبیر فی اصول التفسیر'' میں صرف پانچ آیات کو منسوخ ٹھہرایا ہے لیکن علامہ سیوطی رحمت اللہ علیہ کی تحقیق زیادہ صحیح معلوم ہوتی ہے۔ فقیر نے حضرت علامہ سیوطی رحمت اللہ علیہ کی کتاب الاتقان سے ہی ناسخ ومنسوخ نقل کیے ہیں۔ ساری بحث الاتقان جلد نمبر ۲ صفحہ نمبر ۲۲، ۲۳ اور الفوز الکبیر صفحہ نمبر ۱۴ تا ۴۵ پر تفصیل سے درج ہے۔

قرآن فہمی کے لئے پانچویں ضروری چیز اصولِ فقہ ہیں۔ جن کی روشنی میں عام اور خاص، مطلق اور مقید، حقیقت اور مجاز، مجمل اور مفسر، مشترک اور ماوّل وغیرہ کا پتہ چلتا ہے۔ علماء کرام نے یہ اصول پورے قرآن پر اوّل تا آخر نظر رکھتے ہوئے وضع کیے ہیں۔

قرآن خود اپنی تفسیر اس طرح کرتا ہے کہ ایک مقام کی تشریح اور وضاحت دوسرے مقام پر کرتا ہے۔ مثلاً سورۃ فاتحہ میں ہے ملک یوم الدین اور سورۃ انفطار میں یوم الدین کے معنی خود بیان فرما دیئے۔

وما ادرک مایوم الدین ٥ ثم ما ادرک مایوم الدین ٥ یوم لا تملک نفس لنفس شیأً و الامر یو مئذ للہ کہ تمہیں کیا معلوم کہ یوم الدین کیا ہے۔ پھر بھی تمہیں کیا معلوم کہ یوم الدین کیا ہے۔ یہ وہ دن ہے کہ جس دن کوئی جان کسی دوسری جان کی کسی چیز کی مالک نہ ہوگی اور اس دن حکومت صرف اللہ کی ہوگی (انفطار: ۱۷ تا ۱۹)۔

اسی طرح سورۃ فاتحہ میں فرمایا اھدنا الصراط المستقیم صراط الذین انعمت علیھم اور سورۃ النساء میں انعام یافتہ بندوں کی وضاحت اس طرح فرمادی۔

فاولئک مع الذین انعم اللہ علیھم من النبیین و الصدیقین و الشھداء و الصّٰلحین ج ن لوگوں پر اللہ نے انعام کیا وہ انبیاء ہیں اور صدیقین ہیں اور شہداء ہیں اور صالحین ہیں۔ (النسائ: ۶۹)۔

(۲) حدیث

تفسیر کا دوسرا ماخذ حدیث شریف ہے۔ حدیث شریف کے بغیر قرآن کو سمجھنے کی کوشش کرنا محض گمراہی ہے۔لوگوں کو قرآن سمجھانا نبی کریم ﷺ کی ذمہ داری تھی۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے۔

و انزلنا الیک الذکر لتبین للناس ما نزل الیھم ہم نے قرآن آپ پر اس لئے نازل کیا ہے کہ آپ لوگوں کو اس کی وضاحت کریں جو اِن کی طرف نازل ہوا ہے (النحل: ۴۴)۔

قرآن کی وضاحت کرتے وقت نبی کریم ﷺ نے جو وضاحتی الفاظ استعمال فرمائے انہیں حدیث کہا جاتا ہے۔سیّدنا فاروق اعظم رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حدیث کو جاننے والے قرآن کو دوسروں سے زیادہ سمجھتے ہیں۔ان اصحاب السنن اعلم بالقرآن (الشفا جلد ۲ صفحہ ۱۱)۔

(۳) آثارِ صحابہ (علیہم الرضوان)

قرآن وحدیث کے بعد تفسیر کا تیسرا ماخذ صحابہ کرام علیہم الرضوان کے اقوال ہیں۔صحابہ کرام علیہم الرضوان وہ لوگ ہیں جن کے سامنے قرآن نازل ہوا۔آیات کا شانِ نزول احادیث مرفوعہ کی نسبت صحابہ کرام ہی کے بیان میں زیادہ ملتا ہے۔حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں۔

و اللہ الذی لا الہ غیرہ ما انزلت سورۃ من کتاب اللہ الا انا اعلم این انزلت و لا انزلت آیۃ من کتاب اللہ الا انا اعلم فیم انزلت و لو اعلم احدا اعلم منی بکتاب اللہ تبلغہُ الابل لرکبت الیہ اللہ کی قسم جسکے سواء کوئی معبود نہیں۔اللہ کی کتاب میں سے کوئی ایسی سورۃ نازل نہیں ہوئی جسکے بارے مجھے معلوم نہ ہو کہ وہ کہاں نازل ہوئی اور کس کے بارے میں نازل ہوئی اور آج بھی اگر مجھے پتا چلے کہ فلاں شخص قرآن کے بارے میں مجھ سے زیادہ جانتا ہے تو اس کے پیچھے وہاں تک جاؤں گا جہاں تک میرا اونٹ پہنچ سکتا ہو (بخاری جلد ۲ صفحہ ۷۴۸)۔

ان لوگوں نے خود نبی کریم ﷺ سے قرآن سیکھا اور آپ ﷺ کے اسوۂ حسنہ کی مدد سے اس پر عمل پیرا ہوئے۔

صحابہ سے قرآن کی تفسیر نہ ملے تو تابعین میں سے کسی کے قول کو لے لینا چاہیے۔ یہ وہ لوگ ہیں جو اپنی طرف سے کچھ نہیں کہا کرتے تھے۔ روایت میں احتیاط اور تفسیر بالرائے سے اجتناب کے انکے ہاں چرچے ہوا کرتے تھے۔ یہی وجہ ہے کہ ان کے اقوال کو بھی احادیث ہی کی ایک قسم سمجھا جاتا ہے۔

نبی کریم ﷺ کا قول، فعل اور تقریر حدیث مرفوع کہلاتا ہے۔ صحابی کا قول، فعل اور تقریر حدیث موقوف کہلاتا ہے اور تابعی کا قول، فعل اور تقریر حدیث مقطوع کہلاتا ہے۔ معروف تابعین یہ ہیں۔ حضرت مجاہد، حضرت حسن بصری، حضرت سروق، حضرت سعید بن مسیّب، حضرت ابو العالیہ، حضرت ربیع، حضرت ابن انس، حضرت قتادہ، حضرت ضحاک علیہم الرحمۃ والرضوان۔

حضرت امام اعظم ابو حنیفہ رحمت اللہ علیہ بھی تابعی ہیں۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ نے بیس سے زیادہ صحابہ کرام علیہم الرضوان کی زیارت کی ہے۔ آپ خود فرماتے ہیں کہ میں ۸۰ھ میں پیدا ہوا اور میں نے اپنے والد ماجد کے ہمراہ ۹۶ھ میں حج کیا۔ اس وقت میری عمر سولہ ۱۶ سال تھی جب میں مسجد حرام میں داخل ہوا تو میں نے ایک بہت بڑا حلقہ دیکھا۔ میں نے اپنے والد ماجد سے پوچھا یہ کون سے استاد اپنے شاگردوں کے حلقے میں تعلیم دے رہے ہیں۔ انہوں نے فرمایا یہ حضرت عبداللہ بن حارث بن جزء الزبیدی صحابی رسول ﷺ ہیں۔ میں فوراً آگے بڑھا۔ میں نے خود سنا، فرما رہے تھے کہ میں نے رسول ﷺ کو یوں فرماتے ہوئے سنا

من تفقه فی دین الله کفاه الله مهمه و رزقه من حیث لا یحتسب جس نے دین کی سمجھ حاصل کی اللہ اسکی تمام مشکلات حل کر دے گا اور اسے وہاں سے رزق دے گا جہاں سے وہ سوچ بھی نہیں سکتا (مسند امام اعظم صفحہ ۲۰)۔

(۵) لغت

قرآن، حدیث اور آثار صحابہ میں اگر تفسیر نہ ملے تو صرف ایسی صورت میں لغت کو دیکھ لینا چاہیے اور اگر لغت میں کسی لفظ کے متعدد معانی پائے جاتے ہوں تو صرف وہی معنی اختیار کرنے چاہییں جو قرآن وسنت کے قریب تر ہوں اور اسلامی اصولوں سے ٹکرا نہ رہے ہوں۔ خصوصاً حدیث

کی موجودگی میں لغت کو ترجیح دینا گمراہی کی بہت بڑی بنیاد اور فساد کی جڑھ ہے۔ منکرین ختم نبوت نے احادیث کا انکار کر کے صرف لغت کی روشنی میں لوگوں کو گمراہ کرنے کی کوشش کی ہے۔

واضح رہے کہ اسلام کے بنیادی عقائد اور ضروری احکام لغت کی روشنی میں بیان نہیں ہو سکتے۔

(۶) تاریخ

تاریخ کی باتیں اگر قرآن وسنت کے خلاف نہ ہوں تو ان کی روشنی میں بھی قرآن کے کسی بیان کو سمجھا جا سکتا ہے۔ مگر تاریخ کی روشنی میں اسلام کے بنیادی عقائد اور ضروری احکام اخذ نہیں کیے جا سکتے۔

(۷) اسرائیلیات

اسرائیلیات سے مراد موجودہ تورات، زبور، انجیل اور اسرائیلی روایات ہیں۔ ان کتابوں میں چونکہ تحریف کر دی گئی ہے لہذا اگر ان کی کوئی بات قرآن وسنت و اقوال صحابہ سے ٹکرائے گی تو اسے رد کر دیا جائے گا اور اگر ان سے معارض نہ ہو بلکہ موافق ہو یا محض اضافی ہو تو اسے لے لینے میں حرج نہیں۔ نبی کریم ﷺ نے فرمایا۔

لاتصدقوا اھل الکتاب او تکذبوھم و قولوا امنا باللہ و ما انزل الینا

الآیہ اہل کتاب کی تصدیق بھی نہ کرو اور تکذیب بھی نہ کرو بلکہ یوں کہو کہ ہم اس پر ایمان لائے جو ہم پر نازل ہوا الخ (بخاری، مشکوٰۃ صفحہ ۲۸)۔

دوبارہ واضح رہے کہ لغت، تاریخ اور اسرائیلیات سے اسلام کی کوئی اصولی بات ثابت نہیں ہوتی۔ نہ ہی عقائد اور نہ ہی احکام۔ بلکہ ان تین چیزوں کو صرف اسلامی اصولوں سے عدمِ تصادم کی صورت میں ہی اختیار کیا جاتا ہے۔

تفسیر اور تاویل

تفسیر وہ ہے جو قرآن، حدیث، آثار وغیرہ منظور شدہ ماخذوں کی روشنی میں کی جائے اور اسکا تعلق صرف محکم آیات سے ہو اور اس میں اجمال کی تفصیل بھی بیان کردی جاتی ہے۔ اس لئے اصول فقہ میں مجمل کے مقابلے پر مفسر بولا جاتا ہے۔ ایسی نکتہ آفرینی جو آج سے پہلے کسی نے نہ کی ہو لیکن وہ تفسیر کے اصولوں کے منافی نہ ہو، بالکل جائز اور درست ہے، یہ تفسیر ہی کے زمرہ میں آئے گی۔ قرآنی الفاظ کے عموم سے اس قسم کے نکات قیامت تک پھوٹتے رہیں گے۔ ولا ینقضی عجائبہ' میں اس امر کی تصریح موجود ہے اسکے علاوہ قیاس واجتہاد بھی تفسیر ہی کے زمرے میں آتا ہے۔

تاویل کی اقسام

تاویل تین قسم کی ہے۔

(۱) متشابہات کی تاویل

اس تاویل کا علم اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس ہے اور یہ علم نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے توسط سے اخص الخواص کو بھی حاصل ہوتا ہے۔ مثلاً وما یعلم تاویلہ الا اللہ والراسخون فی العلم (آل عمران:۷) اور تاویل رءیای (یوسف:۱۰۰) اور تاویل الاحادیث (یوسف:۶) اور ذلک تاویل مالم تستطع علیہ صبرا (الکہف:۸۲) ان سب تاویلات کا تعلق ظاہری علوم کے ساتھ نہیں بلکہ باطنی اور روحانی علوم کے ساتھ ہے۔ تمام متشابہ آیات مثلاً الرحمٰن علی عرش استوٰی اور حروف مقطعات مثلاً الٓمٓ وغیرہ اسی میں داخل ہیں۔

(۲) اشتراک کے مقابلہ پر تاویل

اس سے مراد یہ ہے کہ جب ایک لفظ کے ایک سے زیادہ معانی ہوں تو ان میں سے مناسب ترین معنی کا انتخاب کرلیا جائے۔ اب ہم نے چونکہ اس لفظ کو کئی معنوں میں سے صرف ایک معنی کی طرف پھیرا ہے لہذا یہ تاویل کہلائے گی۔ یہ تاویلِ متشابہات میں سے نہیں ہے بلکہ سیاق

وسباق اور دیگر شواہد و قرائن کی روشنی میں اسے اختیار کرنا ایک مفسر کے لئے جائز ہوتا ہے۔ اصول فقہ میں مشترک کے مقابلے پر مؤوّل کا لفظ بولا جاتا ہے۔ مثلاً قرآنی لفظ قروء کا معنی حیض بھی آتا ہے اور طہارت بھی ہے۔ احناف نے جب اس سے مراد حیض لیا تو اب یہ دو مشترک معنوں سے ایک کی طرف مؤوّل ہوگیا۔ یہ تاویل ہر مفسر اپنے علم کی روشنی میں منصفانہ ترجیحات کی بنا پر کرتا ہے اور یہاں مفسرین کا باہمی اختلاف عین رحمت ہے ایسا اختلاف جائز ہے اس میں کوئی حرج نہیں۔

(۳) تاویل الغالین

تاویل الغالین کو تاویل مستکرہ بھی کہتے ہیں۔ تاویل کے نام پر آیت پر زبردستی کرنا اور سینہ زوری سے کام لینا ''تاویل مستکرہ'' کہلاتا ہے۔ مستکرہ کا معنی ہے جبر و اکراہ یعنی زبردستی۔ یہ تاویل جائز نہیں ہوتی۔ اس قسم کی تاویلیں کرنے والے لوگوں کے ذہن میں پہلے سے ایک خیال (IDEA) جاگزیں ہو چکا ہوتا ہے۔ اب اس کو ثابت کرنے کیلئے وہ قرآنی آیات کو اپنے مافی الذہن کی طرف پھیر دیتے ہیں جسے تاویل مستکرہ کہا جاتا ہے (یعنی زبردستی کی تاویل)۔ ایسے لوگ آیات پر ظلم کریں یا اپنی جان پر۔ انہیں اس کی پرواہ نہیں ہوتی۔ مثلاً یہ کہنا کہ تبت یدا ابی لھب سے مراد معاذ اللہ ابوبکر اور عمر ہیں۔ اور و کل شئ احصینہ فی امام مبین (یاسین: ۱۲) میں امام مبین سے مراد سیدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ ہیں۔

مرج البحرین سے مراد مولا علی اور سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہما ہیں اور اللؤلؤ و المرجان سے مراد حسنین کریمین علیہما الرضوان ہیں۔ ملا علی قاری علیہ الرحمہ نے لکھا ہے کہ مرج البحرین اور اللؤلؤ و المرجان کی یہ تاویل جاہل اور احمق لوگوں کا کام ہے فانہ من تاویل الجھلۃ و الحمقاء کالروافض (مرقاۃ جلد ۱ صفحہ ۲۹۲)۔

آج کل کے بعض غیر ذمہ دار حضرات اپنے اپنے مسالک کو بیساکھیاں فراہم کرنے کے لئے بھی غالیانہ تاویلیں کرتے رہتے ہیں۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ

یحمل ھذا العلم من کل خلف عدولہ ینفون عنه تاویل الغالین وانتحال المبطلین و تحریف الجاھلین ہر آنے والے دور میں اس وقت کے ذمہ دار افراد علم کی پاسبانی کرتے رہیں گے۔ غالیوں کی تاویل، جھوٹوں کی علمی چوری اور جاہلوں کی تحریف کی نفی کرتے رہیں گے (راوہ البیہقی، مشکوٰۃ: صفحہ ۳۶)۔

پانچواں باب

کتبِ تفاسیر

اقسامِ تفاسیر

مختلف علماء کرام نے وقت کی ضرورت کے پیش نظر یا اپنے ذوق اور مہارت کی بنا پر اپنے اپنے انداز سے قرآن کی تفاسیر لکھی ہیں۔ محدثین نے احادیث اور آثار کی روشنی میں تفاسیر لکھیں۔ متکلمین نے باطل ادیان اور مذاہب کے رد پر زور دیتے ہوئے تفاسیر لکھیں۔ فقہاء نے صرف احکام سے متعلق آیات کی تفسیر کی۔ قاریوں نے قرأت کے فن میں تفاسیر لکھیں۔ نحویوں اور ماہرینِ لغت نے قرآنی الفاظ اور غرائب پر تفاسیر لکھیں۔ ادیب حضرات نے معانی اور بیان پر نکتہ آفرینیاں کیں اور اسی ڈھب پر تفاسیر لکھیں۔ صوفیاء کرام نے سلوک اور علم الحقائق کی رو سے تفاسیر لکھیں۔ یہ ساری بحث الفوز الکبیر کے صفحہ ۲۷ پر بھی موجود ہے۔

اس کے علاوہ بعض مختصر تفاسیر کی شروح بھی لکھی گئی ہیں۔ پھر مختلف زبانوں میں قرآن شریف کے ترجمے، حواشی اور تفاسیر بھی لکھی جا چکی ہیں۔

تفاسیر کے اہم گروپ حسبِ ذیل ہیں۔

(۱) تفسیر بالماثور

یہ وہ تفاسیر ہیں جو احادیث شریفہ، اقوالِ صحابہ علیہم الرضوان، اقوالِ تابعین علیہم الرضوان اور اسرائیلیات کی روشنی میں لکھی گئی ہیں یعنی ان کا اعتماد ہر منقولات پر ہے۔ اس گروپ کی اہم تفاسیر یہ ہیں۔ تفسیر ابن جریر طبری (اس تفسیر کا نام جامع البیان ہے)، تفسیر ابن کثیر، تفسیر درمنثور وغیرہ۔ ان تفاسیر کے بارے میں ایک نہایت اہم بات یہ ہے کہ ان میں کسی بھی آیت کی تفسیر میں دستیاب ہونے والے تمام اقوال کو یکجا کر دیا جاتا ہے۔ مفسر کو کسی قول کے راجح، مرجوح یا مردود ہونے سے کوئی غرض نہیں ہوتی۔ یہی وجہ ہے کہ ابن جریر اور درمنثور میں بعض اقوال شیعہ مذہب کی تائید میں پائے جاتے ہیں اور یہی حال شیعہ کی تفسیر مجمع البیان کا ہے جس میں بے شمار اقوال اہل سنت کے حق میں پائے جاتے ہیں۔ اس تفسیر میں بھی تمام تر بیانات جمع کرنے کی کوشش کی گئی ہے۔ جیسا کہ اس کے نام ''مجمع البیان'' سے ظاہر ہے۔ البتہ ابن کثیر نے اس ڈگر سے ہٹ کر لکھا ہے اور روایات پر محدثانہ بحث بھی کی ہے۔

(۲) احکام القرآن

یہ وہ تفاسیر ہیں جو صرف ان آیات پر لکھی گئیں جن کا تعلق احکام سے ہے۔ ان میں تقریباً پانچ سو آیات کی تفسیر ہوتی ہے مثلاً الجامع لاحکام القرآن (از امام قرطبی رحمۃ اللہ علیہ) احکام القرآن (از حضرت ابوبکر محمد بن عبداللہ بن احمد المعروف بہ ابن عربی) اور تفسیرات احمدیہ (از علامہ احمد جیون دہلوی رحمت اللہ علیہ) یہ تینوں تفسیریں اپنی مثال آپ ہیں البتہ قرطبی کا پایہ سب سے بلند ہے اور یہ ان سب سے مفصل بھی ہے۔

(۳) مختصرات

ان تفاسیر میں قرآنی الفاظ کو واضح کیا گیا ہے۔ یہ تفسیرات زیادہ تفصیلی نہیں ہیں۔ یوں سمجھ لیجئے کہ عربی سے عربی ترجمہ ہے یا ساتھ تھوڑی بہت وضاحت ہے۔ اس فن میں مندرجہ ذیل چار تفاسیر زبردست اہمیت کی حامل ہیں اور تفسیری متون کی حیثیت رکھتی ہیں۔ تفسیر جلالین، تفسیر مدارک، تفسیر کشاف، تفسیر بیضاوی۔ واضح رہے کہ ان تفاسیر میں کشاف کے مصنف علامہ زمخشری

معتزلہ ہیں۔ان کی تفسیر خدا کی صفات اور رؤیت کے انکار سے اور خلق قرآن جیسے غلط عقائد سے لبریز

ہے۔علماءاس سے لغت کی حد تک استفادہ کرتے رہتے ہیں۔

(۴) تراجم وحواشی

عجمی عوام کو سمجھانے کے لئے قرآن کے دیگر زبانوں میں ترجمے ہوئے اور بعض علماء نے اپنے ترجمے پر مختصر حواشی بھی لکھے۔مثلاً فارسی میں حضرت شیخ سعدی شیرازی رحمت اللہ علیہ کا ترجمہ،فارسی ہی میں حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمت اللہ علیہ کا ترجمہ،اردو میں حضرت شاہ عبدالقادر رحمت اللہ علیہ کا ترجمہ (موضح القرآن)اوراس پر مختصر سی تفسیر،یہ اردو زبان کا پہلا ترجمہ ہےاورنہایت محققانہ ہے۔

اردو زبان میں حضرت علامہ شاہ احمد رضا خان بریلوی رحمت اللہ علیہ کا ترجمہ ہے جس کا نام کنزالایمان ہے۔اس پر بہترین حاشیہ صدرالافاضل حضرت سید نعیم الدین مرادآبادی رحمت اللہ علیہ کا ہے جس کا نام خزائن العرفان ہے۔

اردو زبان میں حضرت مفتی احمد یار خان صاحب نعیمی رحمۃ اللہ علیہ نے بھی ترجمہ لکھا ہے اور نورالعرفان کے نام سے قرآن شریف پرایک حاشیہ بھی لکھا ہے۔

اردو زبان میں حضرت علامہ سید احمد سعید شاہ صاحب کاظمی رحمت اللہ علیہ نے بھی ترجمہ کیا ہے۔جونہایت محققانہ ترجمہ ہےاور موجودہ محاورے کے مطابق بھی ہے۔

اردو زبان میں حضرت پیر محمد کرم شاہ صاحب الازہری رحمت اللہ علیہ نے بھی ترجمہ کیا ہے جسکا نام جمال القرآن ہے۔ترجمہ آسان ہے اور لفظی ترجمہ ہونے کے ساتھ ساتھ ایک عجیب روانی رکھتا ہے۔

(۵) مفصل تفاسیر

یہ وہ تفاسیر ہیں جو کسی ایک موضوع اور ایک انداز کی نہیں کہی جا سکتیں بلکہ ان مفسرین نے سامنے آنے والے ہر مسئلے کو آڑے ہاتھوں لیا ہے۔اور مفصل تفاسیر لکھی ہیں۔البتہ بعض دفعہ ان کا

جھکاؤ کسی خاص کوشش کی عکاسی بھی کرتا ہے۔

مثلاً تفسیر کبیر از حضرت امام فخر الدین رازی علیہ الرحمہ (اس تفسیر میں متکلمانہ رنگ غالب ہے)، تفسیر مظہری از حضرت قاضی ثناء اللہ پانی پتی رحمت اللہ علیہ، تفسیر روح المعانی از حضرت علامہ سید محمود آلوسی رحمت اللہ علیہ، تفسیر روح البیان از حضرت علامہ اسماعیل حقی رحمت اللہ علیہ (روح البیان کا اردو ترجمہ ہو چکا ہے۔ پاکستان میں دستیاب ہے)۔ ان میں سے ہر مفسر پر اپنا الگ انداز اور رنگ غالب ہے۔ لیکن مجموعی طور پر انہیں مفصلات کہنا ہی مناسب ہے۔

(۶) صوفیانہ تفاسیر

بعض صوفیاء کرام علیہم الرضوان نے صرف صوفیانہ انداز میں قرآن کے ''ظاہر'' کی بجائے صرف ''باطن'' کی تفسیر کرتے ہوئے تفاسیر لکھی ہیں۔ مثلاً تفسیر عرائس البیان (از شیخ اکبر محی الدین ابن عربی رحمت اللہ علیہ)۔

(۷) شروح التفاسیر

بعض تفاسیر کی مزید شروح لکھی گئی ہیں مثلاً جلالین کی شرح جمالین (از حضرت ملا علی قاری رحمت اللہ علیہ)، جمل (از حضرت سید سلیمان جمل رحمت اللہ علیہ)، تفسیر صاوی (از احمد بن محمد صاوی مالکی رحمت اللہ علیہ، متوفی ۱۲۴۱ھ)۔ تفسیر مدارک کی شرح اکلیل ہے جو مولینا عبدالحق مہاجر مدنی (متوفی ۱۳۳۳ھ) کی تصنیف ہے۔ تفسیر بیضاوی کی شرح حضرت شیخ زادہ رحمت اللہ علیہ نے لکھی ہے جو چار بڑی بڑی جلدوں میں ہے۔ شیخ زادہ ہی کے نام سے مشہور ہے۔ بیضاوی کی ایک شرح علامہ عبدالحکیم سیالکوٹی رحمت اللہ علیہ نے لکھی ہے اور اسکی ایک اور شرح علامہ شہاب الدین خفاجی رحمت اللہ علیہ نے لکھی ہے۔ ان کے علاوہ بھی اسکی کئی شروح ہیں۔

(۸) اردو تفاسیر

چودھویں صدی میں اردو زبان میں عوامی تفاسیر کا رواج ہوا ہے۔ بے شمار علماء نے عوام الناس کے لئے قرآن کو آسان بنانے کی کوشش میں تفاسیر لکھی ہیں۔ ان میں سے بعض یہ ہیں۔ تفسیر

الحسنات سات جلدوں میں، تفسیر ضیاء القرآن پانچ جلدوں میں، تفسیر نعیمی (ہر پارے کی ایک جلد ہے اب تک صرف ۱۷ پارے کی ۱۷ جلدیں تیار ہوئی ہیں) اور تفسیر التبیان (۱۱ جلدوں میں)۔

اہم بات

آج کے دور میں تفسیر کے تمام ماخذوں میں سے کسی ایک کو لے کر صرف اسی کی روشنی میں تفسیر لکھ دینا بہت بڑا افساد ہے۔ تفسیر قرآن کے تمام ماخذوں کو بیک وقت مدّنظر رکھ کر ہی قرآن کے صحیح منشاء کو سمجھا جا سکتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ مذکورہ بالا تمام اقسامِ تفاسیر میں مفسرین نے خواہ عقائد پر زور دیا ہو یا احکام پر، معانی پر بحث کی ہو یا تصوف پر، ہر مفسر نے تفسیر کے تمام ماخذوں کی روشنی میں ہی اپنی ضرورت اور دلچسپی کے مسائل کو حل کیا ہے۔

اس کے برعکس چودھویں صدی میں آ کر بعض خوارج نے قرآن کی تفسیر صرف ایک ماخذ کی روشنی میں لکھی ہے۔ یعنی قرآن کی تفسیر قرآن کی روشنی میں جیسے مسٹر غلام احمد پرویز کی تفسیر مطالب القرآن۔

اسی طرح بعض غیر مقلدین نے بھی قرآن کی تفسیر صرف حدیث کی روشنی میں لکھی ہے۔ جیسے امین احسن اصلاحی صاحب کی تفسیر تدبرِ قرآن۔

تفسیر نویسی کا یہ انداز نہایت خطرناک ہے اور بقیہ تفسیری ماخذوں کے انکار کے مترادف ہے۔ اللہ تعالیٰ سبیل المومنین سے انحراف کرنے سے ہمیں [illegible]ظ رکھے۔

خوب سمجھ لیجئے کہ مختلف تفاسیر کے ماخذ مختلف نہیں ہوتے بلکہ ان کے فنون اور موضوعات مختلف ہوتے ہیں۔ اقسامِ تفاسیر سے یہی مراد ہے۔

بعض اہم تفاسیر کا تفصیلی تعارف

(۱) احکام القرآن

یہ تفسیر امام ابوبکر جصاص رحمت اللہ علیہ حنفی (متوفی ۳۷۰ھ) نے لکھی ہے۔اس کی تین ضخیم جلدیں ہیں۔صرف احکام پر مبنی پانچ سو آیات کی تفسیر ہے۔امام اعظم ابوحنیفہ رحمت اللہ علیہ کے اقوال اور فقہ حنفی کے مطابق لکھی گئی ہے۔دیگر دلائل کے علاوہ مجمع علیہ مسائل کا اجماعی ہونا خوب واضح فرماتے ہیں۔یہ کتاب عربی زبان میں ہے اور پاکستان میں دستیاب ہے۔

(۲) مفاتیح الغیب

امام فخرالدین رازی (متوفی ۶۰۶ھ) کی تصنیف ہے۔تفسیر کبیر کے نام سے مشہور ہے۔ اس کی تیس جلدیں ہیں۔عربی زبان میں ہے۔اس میں ہر موضوع پر بحث کی گئی ہے البتہ سائنس، عقلیات اور مذاہبِ باطلہ کے رد پر زیادہ زور دیا گیا ہے۔

حضرت امام رازی رحمت اللہ علیہ استدلال کے بادشاہ ہیں۔وفیہ مافیہ

(۳) انوار التنزیل واسرار التاویل

دقیق نہیں ہے۔ سطحی اور سرسری تفسیر ہے پانچ جلدوں میں ہے۔ پاروں پر منقسم ہے۔ اصل کتاب عربی میں ہے اور اسکا اردو ترجمہ ہو چکا ہے۔ پاکستان میں عربی اور اردو ترجمہ دونوں دستیاب ہیں۔

(۵) تفسیر مظہری

حضرت قاضی ثناء اللہ پانی پتی رحمت اللہ علیہ (متوفی ۱۲۲۵ھ) کی تصنیف ہے۔ دس جلدوں میں ہے۔ عربی زبان میں لکھی گئی ہے۔ آسان اور سادہ ہے۔ اس میں ہر موضوع پر بحث کی گئی ہے۔

کسی بھی آیت کی تفسیر میں تمام روایات واقوال کو مدنظر رکھتے ہوئے بہترین نتیجہ فراہم کرنے کے عادی ہیں۔ تصوف پر نہایت دلنشین اور مضبوط گفتگو فرماتے ہیں۔ صوفیانہ مسائل میں بڑی اہم اور منفرد کتاب ہے۔ حضرت قاضی صاحب رحمت اللہ علیہ نے اپنے مرشد کریم حضرت مظہر جان جاناں رحمت اللہ علیہ کے نام پر اس تفسیر کا نام رکھا ہے۔ اسکا اردو ترجمہ حضرت مفتی سید شجاعت علی قادری علیہ

ہے اور اسکا اردو ترجمہ ہو چکا ہے۔ پاکستان میں عربی اور اردو ترجمہ دونوں دستیاب ہیں۔

تفسیر مظہری

حضرت قاضی ثناء اللہ پانی پتی رحمت اللہ علیہ (متوفی ۱۲۲۵ھ) کی تصنیف ہے۔ دس جلدوں
ہے۔ عربی زبان میں لکھی گئی ہے۔ آسان اور سادہ ہے۔ اس میں ہر موضوع پر بحث کی گئی ہے۔
کسی بھی آیت کی تفسیر میں تمام روایات واقوال کو مدنظر رکھتے ہوئے بہترین نتیجہ فراہم کرنے
عادی ہیں۔ تصوف پر نہایت دلنشین اور مضبوط گفتگو فرماتے ہیں۔ صوفیانہ مسائل میں بڑی اہم اور
کتاب ہے۔ حضرت قاضی صاحب رحمت اللہ علیہ نے اپنے مرشد کریم حضرت مظہر جان جاناں
اللہ علیہ کے نام پر اس تفسیر کا نام رکھا ہے۔ اسکا اردو ترجمہ حضرت مفتی سید شجاعت علی قادری علیہ

نے کیا ہے۔ اصل عربی کتاب اور اسکا اردو ترجمہ دونوں پاکستان میں دستیاب ہیں۔

(۶) روح المعانی

حضرت علامہ سید محمود آلوسی حنفی بغدادی رحمت اللہ علیہ (متوفی ۱۲۷۰ھ) کی تصنیف
عربی میں لکھی گئی ہے۔ اس کی تیس جلدیں ہیں۔ ہر موضوع پر دل کھول کر بحث کرتے ہیں۔ یہ

علی الفضل بن الحسن الطبرسی ہیں چھٹی صدی میں گزرے ہیں۔ ہر موضوع پر بحث کرتے ہیں اور کسی بھی آیت کی تفسیر میں وارد ہونے والے تمام اقوال کو نقل کرنے کی کوشش کرتے ہیں۔ خواہ کوئی قول ان کے اپنے مسلک کے خلاف ہی کیوں نہ ہو۔ مثلاً والذی جاء باالصدق و صدق به کی تفسیر میں لکھتے ہیں کہ وقیل الذی جاء بالصدق وصدق به ابوبکر من ابن العالیه والکلبی (مجمع البیان جلد ۴ صفحہ ۴۹۸) یعنی والذی جاء بالصدق وصدق به کے بارے میں ایک قول یہ ہے کہ اس سے مراد ابوبکر صدیق ہیں۔ اسی طرح یاایها الذین آمنوا من یرتدّ منکم عن دینه فسوف یأتی اللہ بقوم یحبهم و یحبونه اذلة علی المؤمنین اعزة علی الکافرین یجاهدون فی سبیل اللہ ولا یخافون لومة لائم ذلک فضل اللہ یوتیه من یشاء و اللہ واسع علیم (المائدہ: ۵۴) کی تفسیر میں لکھتے ہیں کہ ان اوصاف والوں میں کئی اقوال ہیں۔ سب سے پہلا قول یہ ہے کہ حضرت ابوبکر اور ان کے ساتھی مراد ہیں جو مرتدوں کے خلاف لڑے (مجمع البیان جلد ۲ صفحہ ۲۱۰)۔

(۸) تفسیر فتح المنّان

حضرت مولینا عبدالحق حقانی (متوفی ۱۳۳۵ھ) کی تصنیف ہے۔ اردو زبان میں لکھی گئی ہے مگر منطقی اور فلسفیانہ اصطلاحات سے لبریز ہونے کی وجہ سے بڑی دقیق کتاب ہے۔ آیات کی نحوی ترکیب اور عیسائیت اور ادیانِ باطلہ کے رد پر خوب توجہ دیتے ہیں۔ اسکا مقدمہ ادیانِ عالم کے نام سے الگ بھی چھپ چکا ہے۔ اسکی آٹھ جلدیں ہیں۔ بڑی علمی تفسیر ہے۔ تفسیر حقانی کے نام سے مشہور ہے۔

(۹) تفسیر ثنائی

ثناء اللہ صاحب امرتسری (متوفی ۱۳۶۷ھ) غیر مقلد کا حاشیہ ہے۔ عیسائیت اور قادیانیت کا رد کرتے ہیں اور غیر مقلدین کی بھی ترجمانی کرتے ہیں۔ سرسری اور سطحی تفسیر ہے۔ نہایت مختصر ہے۔ کسی خاص اہمیت کی حامل نہیں۔

(۱۰) فی ظلال القرآن

سید قطب شہید مصری (متوفی ۱۳۸۵ھ) کی تصنیف ہے۔عربی زبان میں ہے۔اس کی چھ جلدیں ہیں۔اس کا نام فی ظلال القرآن ہے(یعنی قرآن کے سائے میں)۔مگر احادیث بھی جا بجا نقل کرتے ہیں۔تفسیر غیر مقلدانہ انداز میں لکھی گئی ہے۔

مصنف مصر میں اپنی تحریکی سرگرمیوں کے مطابق سیاست اور سیاسی انقلاب،تحریک اور دعوت پر زیادہ بحث کرتے ہیں اور تفسیر پر یہی رنگ غالب ہے۔اس کا اردو ترجمہ ہو چکا ہے۔

(۱۱) تفسیر حسنات

حضرت مولینا ابوالحسنات قادری علیہ الرحمہ کی تصنیف ہے۔اردو زبان میں ہے اسکی سات بڑی بڑی جلدیں ہیں۔ترجمہ کرنے کے بعد عوام کے فائدے کے لئے ہر لفظ کا معنی ''الفاظ معنی'' کی شکل میں الگ بھی لکھتے ہیں اور پھر اس کے بعد تفسیر لکھتے ہیں۔ہر موضوع پر بحث کرتے ہیں۔عوام کے لئے بڑی کارآمد چیز ہے۔

(۱۲) معارف القرآن

مفتی محمد شفیع صاحب دیو بندی (متوفی ۱۳۹۶ھ) کی تصنیف ہے۔اردو زبان میں ہے۔ اسکی آٹھ جلدیں ہیں۔اس میں ترجمہ محمود الحسن صاحب دیو بندی کا لیا گیا ہے۔یہ لفظی ترجمہ ہے اور اسکی اردو نہایت پرانی اور غیر واضح ہے۔خلاصہ تفسیر اشرف علی صاحب تھانوی کی تفسیر بیان القرآن سے لیا گیا ہے اور معارف ومسائل کے نام سے مصنف نے اپنی تحقیقات بیان کی ہیں۔جدید مسائل پر خوب بحث کرتے ہیں مگر بعض اوقات تھوڑی بات کو لمبا کر دیتے ہیں۔نہایت زبردست سرخی قائم کر کے اسکے تحت نہایت سرسری،غیر ضروری اور سطحی بات لکھ کر چلے جاتے ہیں۔کسی کا ترجمہ،کسی کا خلاصہ اور کسی کے معارف نے تکرار پیدا کر کے کتاب کو خواہ مخواہ لمبا کر دیا ہے۔نیز آخری دس پاروں کی تفسیر پہلے بیس پاروں کے مقابلے پر نہایت مختصر ہے حالانکہ آخری پارے کافی اہم ہوا کرتے ہیں۔

اس تفسیر میں بعض نہایت غیر تحقیقی باتیں بھی لکھ دی گئی ہیں۔ مثلاً جلد ۴ صفحہ ۳۳۱ پر شامی اور مراغی کے حوالے سے لکھا ہے کہ غیر مسلموں سے چندہ لے کر مسجد تعمیر کرنا جائز ہے۔ مصنف نے یہ بات بلا تحقیق نقل کر دی ہے۔ ایک اور مقام پر لکھا ہے کہ ''افسوس ہے کہ اب مسلمانوں میں بھی بعض لوگ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بشریت کے منکر پائے جاتے ہیں۔ انہیں سوچنا چاہیے کہ وہ کدھر جا رہے ہیں'' (صفحہ ۴۶۵، جلد ۸)۔

مفتی صاحب نے یہ بات بھی محض مطالعہ کئے بغیر سن سنا کر لکھ دی ہے۔ جس مکتبہ فکر کی طرف ان کا اشارہ ہے اس مکتبہ فکر کے نزدیک نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بشریت کا انکار کفر ہے۔ البتہ نبی کریم صلی اللہ علیہ والہ وسلم کو بار بار بشر کہنے کو بے ادبی سمجھتے ہیں اور بشریت کی بجائے نورانیت کے وصف سے یاد کرنے کو ترجیح دیتے ہیں۔ وھذاھو الحق الصراح

(۱۳) تدبر قرآن

امین احسن اصلاحی کی تصنیف ہے۔ اسکی نو جلدیں ہیں۔ اردو زبان میں ہے۔ قرآن کی تفسیر صرف حدیث کی روشنی میں کرتے ہیں۔ غیر مقلدانہ تفسیر ہے۔ مسلمانوں کی اکثریت کے لئے کوئی خاص فائدہ مند چیز نہیں۔ مصنف نے محض اپنے مسلکی انداز سے تفسیر لکھی ہے۔

(۱۴) تفہیم القرآن

سید ابو الاعلی مودودی صاحب (متوفی ۱۳۹۹ھ) کی تصنیف ہے۔ اردو زبان میں ہے۔ اسکی چھ جلدیں ہیں۔ سیاسی اور اصلاحی موضوعات پر زیادہ بحث کرتے ہیں۔ ویسے تقریباً ہر موضوع پر آسان انداز سے بحث کرتے ہیں۔ پہلی جلد نسبتاً مختصر ہے۔ اگلی جلدیں اور خصوصاً آخری دو جلدیں زیادہ تفصیلی ہیں۔ قرآن کا ترجمہ بین السطور لکھنے کی بجائے آیات مکمل لکھنے کے بعد الگ لکھتے ہیں۔ اور پھر اس کے نیچے حواشی کی صورت میں تفسیر لکھتے ہیں۔

غیر مقلدانہ رنگ غالب ہے اور تکلف برطرف کے مصداق مصنف نے ادب کو چنداں ملحوظ نہیں رکھا۔ اس کے علاوہ ان کی بعض تحقیقات ایسی ہوتی ہیں جو دیگر اسلامی اصولوں اور واضح دلائل

سے ٹکرا رہی ہوتی ہیں۔ تفسیر کرتے وقت تمام آیات واحادیث کو ذہن میں حاضر نہیں رکھتے۔ اپنے محدود مطالعہ کے مطابق بڑی زبردست بات بنا لیتے ہیں لیکن اہلِ علم ان کی تفسیر کو پڑھ کر سر پکڑ کے بیٹھ جاتے ہیں مثلاً غیر المغضوب علیھم کا ترجمہ کرتے ہوئے لکھتے ہیں۔

''جو معتوب نہیں ہوئے''

یہاں مصنف نے غضب کا ترجمہ عتاب کر دیا ہے۔ حالانکہ عتاب اللہ تعالیٰ اپنے پیاروں پر بھی فرماتا ہے۔ حدیث شریف میں ہے فعتب االلہ علیہ کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام پر عتاب فرمایا (بخاری صفحہ ۲۳ جلد ۱، مسلم صفحہ ۲۶۹ جلد ۲)۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے بارے میں فرمایا عاتبنی فیہ ربی کہ میرے رب نے مجھے عبداللہ بن مکتوم کے بارے میں عتاب فرمایا (تقریباً ہر معروف تفسیر میں یہ حدیث درج ہے)۔

مصنف ایاک نعبد کے تحت لکھتے ہیں کہ عبادت کا معنی پوجا، غلامی اور اطاعت ہے اور یہاں یہ تینوں معانی مراد ہیں۔ حالانکہ اگر یہاں عبادت کا معنی اطاعت لیا جائے تو پھر یہ قرآنی حکم اطیعو الرسول (یعنی رسول کی اطاعت کرو) سے ٹکرا جائے گا اور رسول کی عبادت لازم آئے گی۔

ایک دلچسپ بات یہ ہے کہ مصنف لکھتے ہیں ''ان تین معنوں میں ہم اللہ کے سواء کسی کو معبود نہیں سمجھتے'' سوال یہ ہے کہ کیا ان تین معنوں کے علاوہ کسی معنی میں اللہ کے سواء کوئی معبود ہو سکتا ہے؟ مصنف کا یہ جملہ نہایت مضحکہ خیز اور لایعنی ہے۔

آپ نے دیکھ لیا کہ مصنف پوری صورتِ حال (TRUE PICTURE) نہیں دکھایا کرتے اور انہیں فیصلہ دیتے وقت تمام دلائل کا استحضار نہیں ہوتا۔ مصنف کا طرزِ تحریر مصر کے سید قطب شہید کی تحریروں سے ملتا جلتا ہے۔

اس تفسیر پر برصغیر کے بے شمار علماء نے تنقید کی ہے اور اسے ناپسند کیا ہے اور اسے تفسیر بالرائے قرار دیا ہے۔ و اللہ اعلم

(۱۵) ضیاء القرآن

حضرت پیر محمد کرم شاہ صاحب الازہری رحمت اللہ علیہ (متوفی ۱۴۱۹ھ) کی تصنیف ہے۔اردو زبان میں ہے۔اسکی پانچ جلدیں ہیں۔اس میں ادب اور سنجیدگی کو سختی سے ملحوظ رکھا گیا ہے۔پہلے ہر سورۃ کا خلاصہ لکھتے ہیں اور بعد میں اسکی تفسیر کرتے ہیں۔بعض مقامات پر تفسیر سرسری اور مختصر محسوس ہوتی ہے اور پیاس نہیں بجھاتی جبکہ بعض مقامات پر نہایت تفصیلی اور بصیرت افروز بحث فرماتے ہیں۔اسکی پہلی جلد ساڑھے سات پاروں پر مشتمل ہے۔اور آخری جلدیں نسبتاً مفصل ہیں۔ ہر پیش آنے والے موضوع پر بحث کرتے ہیں۔یوں محسوس ہوتا ہے کہ مصنف نے عوام الناس کی ضرورت کو زیادہ ملحوظ رکھا ہے اور اپنی تحریر پر کسی قسم کا خبط سوار نہیں ہونے دیا۔تصوف پر بھی حسب موقع بحث کرتے ہیں۔صوفیانہ مسائل میں تفسیر مظہری پر زیادہ اعتماد کرتے ہیں اور باریک اور پیچیدہ مسائل میں قرطبی اور بیضاوی سے استفادہ کرتے ہیں۔معتدل المزاج ہونے کی وجہ سے بعض اوقات اپنے مخالفین کے حوالے نہایت مؤدبانہ اور مثبت انداز میں دیتے ہیں۔جسکی وجہ سے بعض ہم خیالوں نے اس تفسیر پر اس بات کا اعتراض بھی کیا ہے۔

مصنف علیہ الرحمہ چونکہ انگریزی بھی سمجھتے تھے۔اس لئے مستشرقین کی انگریزی کتب کے حوالہ جات سے بھی اسلام کا خوب دفاع کرتے ہیں۔اردو زبان کی دستیاب تفاسیر میں ایک مناسب تفسیر ہے۔و اللہ تعالی اعلم

(۱۶) تبیان القرآن

شیخ الحدیث حضرت علامہ غلام رسول سعیدی صاحب کی تصنیف ہے۔موصوف بحمداللہ تاحال بقید حیات موجود ہیں۔اس کی گیارہ جلدیں ہیں۔نہایت مفصل، علمی اور آسان تفسیر ہے۔ مصنف نے صحیح مسلم کی شرح بھی لکھی ہے جس کا نام شرح صحیح مسلم ہے۔یہ دونوں کتابیں اپنی نظیر آپ ہیں۔مصنف نے شروع شروع میں اپنے بعض تفردات بھی ان کتابوں میں لکھ دیئے تھے جن کی وجہ سے علمی حلقوں میں ہل چل مچ گئی لیکن بعض فقراء اور حضرت علامہ شیخ الحدیث محمد اشرف سیالوی دامت برکاتہم نے مصنف پر حقائق واضح کئے جنہیں مصنف نے نہایت فراخ دلی سے قبول کیا۔اللہ

تعالی مصنف کو ان کی فراخ دلی اور دین سے سچی ہمدردی اور وابستگی پر جزائے خیر عطا فرمائے اور اپنے حبیب کریم ﷺ کے صدقے ان کا خاتمہ ایمان پر فرمائے۔ ہماری معلومات کے مطابق اب ان کی تمام کتابیں صاف شفاف اور اہلِ حق کے لئے مشعل راہ ہیں۔ تفسیر تبیان القرآن اردو زبان کی دستیاب تفاسیر میں سب سے بلند پایہ کی تفسیر ہے۔

علوم القرآن پر کتب

اس موضوع پر بے شمار کتب لکھی جا چکی ہیں۔ جن میں سے چند کتب حسبِ ذیل ہیں۔

(۱) مناہل العرفان:

یہ علامہ عبدالعلیم زرقانی علیہ الرحمہ کی تصنیف ہے۔ اس کی دو جلدیں عربی زبان میں ہیں۔ پاکستان کے کسی کتب خانے پر نہیں ملتی۔

(۲) البرہان فی علوم القرآن

علامہ محمد بن عبداللہ زرکشی علیہ الرحمہ (متوفی ۷۹۴ھ) کی تصنیف ہے۔ اپنے دور تک سب سے اچھی کتاب سمجھی جاتی تھی۔ اسکی بھی چار جلدیں ہیں۔ عربی زبان میں ہے۔ پاکستان میں مشکل سے ملتی ہے۔

(۳) الاتقان فی علوم القرآن

علامہ جلال الدین سیوطی علیہ الرحمہ (متوفی ۹۱۱ھ) کی تصنیف ہے۔ اس کی دو چھوٹی چھوٹی جلدیں ہیں۔ عربی زبان میں ہے۔ اس موضوع پر آج تک اس سے اچھی کتاب نہیں لکھی گئی۔

علوم القرآن کے تمام موضوعات پر سیر حاصل بحث کرتے ہیں اور قاری کو حیران کر کے رکھ دیتے ہیں۔ صحیح معنی میں قرآنی معلومات کا انسائیکلوپیڈیا ہے۔ پاکستان میں عام دستیاب ہے۔ اس کا اردو ترجمہ بھی ہو چکا ہے۔

(۴) مقدمہ ابن تیمیہ

علامہ ابن تیمیہ (متوفی ۷۲۸ھ) کا تقریباً ساٹھ صفحات کا کتابچہ ہے۔ عربی زبان میں ہے۔ پاکستان میں دستیاب ہے۔ اس میں تفسیر کے ماخذوں پر بحث کی گئی ہے اور وجوہ اختلاف کو واضح کیا گیا ہے۔

بعض جاہلانہ تفاسیر پر تنقید کرتے ہیں اور مختلف تفاسیر کا مختصر سا تعارف کراتے ہیں محدود معلومات پر مبنی ہے اس کے مقابلے میں الفوز الکبیر اور الاتقان وغیرہ کا پایۂ بہت بلند ہے۔

(۵) الفوز الکبیر فی اصول التفسیر

حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمت اللہ علیہ (متوفی ۱۱۷۶ھ) کی نہایت علمی تصنیف ہے۔ فارسی زبان میں تقریباً سو صفحات کا رسالہ ہے۔ اس میں اصول تفسیر، تفسیر کے ماخذ، مضامین قرآن اور ناسخ ومنسوخ پر نہایت دقیق اور علمی بحث کی گئی ہے۔

اس کتاب کے پانچ ابواب ہیں۔ پہلا باب قرآن کے علوم خمسہ اور چار قسم کے کفار (یہود، نصاریٰ، مشرکین، منافقین) کے بارے میں ہے۔ دوسرا باب عذاب اور مشکلات، ناسخ ومنسوخ، اسباب نزول اور اصول (محکم ومتشابہ، کنایہ وتعریض وغیرہ) پر مشتمل ہے۔ تیسرا باب اسلوب القرآن، چوتھا باب تفسیر کے ماخذ، اقسام تفسیر اور حروف مقطعات وغیرہ کے بارے میں اور پانچواں باب فتح الخبیر کے نام سے موسوم ہے جس میں تمام سورتوں کے مشکل مقامات کو حل کر دیا گیا ہے۔ گویا یہ مختصر سی تفسیر ہے۔ اس کتاب کا اردو ترجمہ ہو چکا ہے۔ پاکستان میں عام دستیاب ہے۔

علم القرآن

حکیم الامت حضرت علامہ مفتی احمد یار خان نعیمی رحمت اللہ علیہ (متوفی ۱۳۹۱ھ) کی تصنیف ہے۔ دو سو سے زائد صفحات ہیں۔ اردو زبان میں لکھی گئی ہے۔ اس میں تفسیر کے اصول

بڑی شرح وبسط کے ساتھ بیان کیے گئے ہیں۔ خصوصاً عصرِ حاضر میں جب اخباری صحافیوں اور ناول نگاروں نے تفسیر نویسی شروع کر دی تو حضرت مفتی صاحب علیہ الرحمہ نے ان پر نہایت معقول اور دردمندانہ گرفت فرمائی ہے۔ بڑے بڑے اہم اختلافی مسائل کو تفسیر کے اصولوں کی روشنی میں حل کر دیا ہے۔

احسن البیان فی علوم القرآن

فقیر غلام رسول قاسمی کی تالیف ہے۔ جو اس وقت آپ کے ہاتھوں میں ہے۔

☆......☆......☆